عظیم دینی درسگاہ مدرسہ شاہ ہمدان

سکردو کے ساتھ تعاون کی اپیل

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ) سکردو بلتستان کے اراکین اور مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو کے منتظمین نے دینی ادارے کو چلانے کے لئے نوربخشی عوام سے ایک بار ہنگامی چندہ اور سرکاری ، نیم سرکاری ملازمین ، کاروباری حضرات سے مستقل طور پر ان کی آمدنی کا ڈھائی فیصد چندہ ماہوار لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یاد رہے کہ فی زمانہ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو ہی وہ واحد درسگاہ ہے جس سے احیائے تصوف، اور اتحاد ملی کی تمام تر امیدیں وابستہ ہیں اور جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید اور مروجہ علوم کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

لہذا تمام نوربخشی پیروکاروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس کارخیر میں بھرپور طریقے سے تعاون کر کے ملی یک جہتی اور جذبے ایمانی کا عملی مظاہرہ کریں۔ شکریہ

اکاؤنٹ نمبر BDA - 023 زرعی ترقیاتی بنک سکردو -

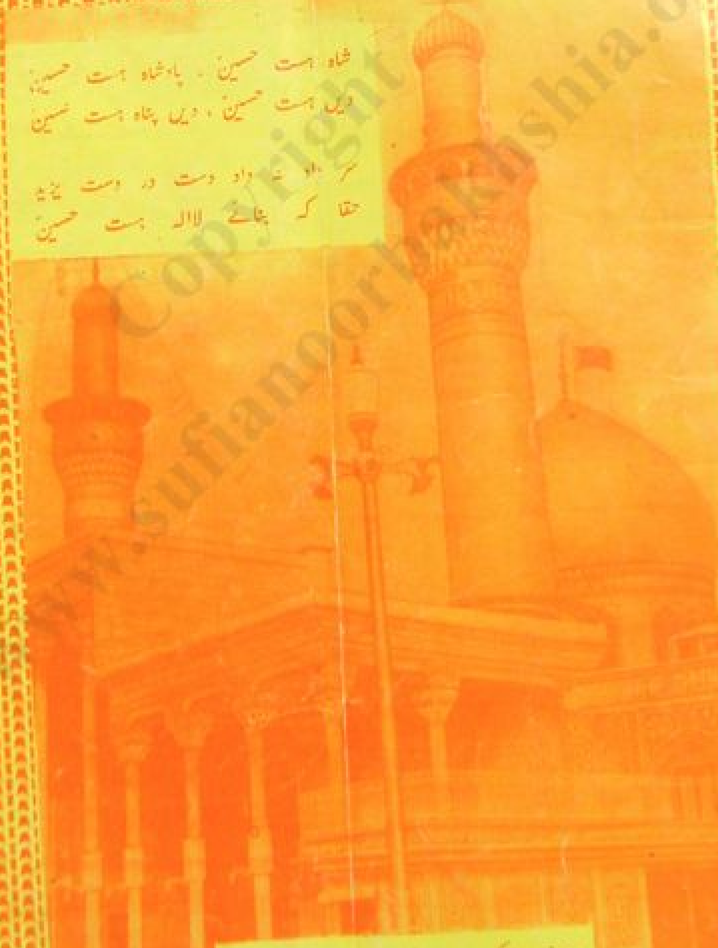
منجانب : غلام علی حیدری
جنرل سیکرٹری

احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۳۰ قیمت بارہ روپے جون ۱۹۹۷ء



روضہ مبارک امام صوفیا، حضرت امام حسین

احیائے تصوف کا علمبردار اور
اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم

شمارہ نمبر ۳۰ — قیمت بارہ روپے — جون ۱۹۹۷ء

مدیر و ناشر:
ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:
رنگ کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

پاکستان	-/144	روپے سالانہ
کویت	-/600	روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات	-/600	روپے سالانہ
انڈیا	-/400	روپے سالانہ
یورپ	-/600	روپے سالانہ

خط و کتابت اور مضامین بھیجنے کا پتہ:
مکان نمبر D-1021
سیٹلائٹ ٹاؤن
سیدپور روڈ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ:
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ،
کینگری IV ، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

مضامین، خطوط اور خبروں کے مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر 358-A ، سیکٹر G.6/1.1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

تذکر و تفکر

زندہ جاوید

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء و لکن لا تشعرون - اور اللہ کے راستے میں جان دینے والوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

محرم الحرام کا مہینہ ہے اور جملہ اہل اسلام شہید اعظم حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام کی شہادت کا سوگ منانے میں مصروف ہے۔ تبرکاً ہم صرف چند لفظ امام عالی مقام کے حضور نذرانہ عقیدت کی صورت پیش کرتے ہیں ورنہ اس عظیم شہادت اور عدیم المثال قربانی کے بیان سے ہم جیسے عاصیوں کی زبان اور قلم یکسر عاجز اور قاصر ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں حیات کا اصل مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ حیات یا زندگی محض کھانے، پینے، جسامت میں بڑھنے، تنفس و اخراج، اور روئے زمین پر چلنے پھرنے کا نام نہیں ہے جیسا کہ ماہرین حیاتیات اس کی تعریف کرتے ہیں بلکہ حیات اصلی ان سفلی باتوں سے ماورا اور جداگانہ چیز ہے۔ حیات اصلی یہ ہے کہ انسان اپنی ساری زندگی ایک اعلیٰ نصب العین کے حصول کی تگ و دو میں صرف کرے اور اسی سعی و کوشش کے عمل میں وہ اپنی مرغوب ترین چیزوں کی قربانی کا بھی اہتمام کرے۔ ایک مؤمن کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین اللہ کے راستے میں سعی و کوشش یا جہاد فی سبیل اللہ ہے چاہے وہ جہاد اصغر کی صورت میں ہو یا جہاد اکبر کی صورت میں۔ اہل ایمان اور اہل تصوف نے جہاد کی ان دونوں صورتوں کا ہمیشہ خصوصی اہتمام کیا ہے۔ اور حسین علیہ السلام نے جو اصفیاء کے سردار ہیں اس جہاد کی ایسی اعلیٰ ترین مثال قائم کی کہ تاریخ عالم آج تک نہ اس کی نظیر پیش کر سکی ہے اور نہ آئندہ کبھی ایسا ممکن ہو گا۔ حسین علیہ السلام کی قربانی سے اس آیت کریمہ کا مفہوم فہم انسانی کی سطح پر بھی واضح ہو گیا کہ شہید کبھی مرتا نہیں ہے بلکہ زندہ جاوید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شہید کربلا اور آپ کے بہتر جان نثاروں کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ۔ شہادت امام حسینؑ

معمولی واقعہ یا اتفاقی حادثہ قرار دے اس کی حدیث نبوی اور سنت پیغمبری سے ناواقفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے حسین کا شہید ہونا ضروری تھا۔ واقعہ کربلا حق و باطل کا معرکہ تھا۔ حسین نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو سینے سے لگایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کردار کو اپنایا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے بتوں کو پاش پاش کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے تکبر اور شوکت کو خاک میں ملایا تھا لہذا حق و باطل کا میزان ہی واقعہ کربلا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

خاست آں سر جلوہ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

بقیہ۔ قارئین کے خطوط

میں نے ڈرافٹ کے ساتھ ایک مضمون ارسال کیا تھا شاید مل گیا ہو گا۔ برائے مہربانی میرے دونوں مضامین شائع کریں۔ رسالے کا سالانہ ہدیہ پاکستان آکر دوں گا۔

محمد حسن نوری
متحدہ عرب امارات

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ولا یجوز الاذان قبل دخول الوقت الا للصبح و ان اعاد بعد طلوع الصبح کان افضل و یجب فیھما الترتیب و الموالات و "الصلوٰۃ خیر من النوم" فی خلال الاذان بدعۃ فان قیل قبل اذان الصبح او بعدہ لتنبیہ الغافلین لا باس بہ۔

ترجمہ

(اگرچہ) وقت نماز کے آجانے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے مگر وقت صبح کے آجانے سے پہلے بھی اذان دینا روا ہے۔ اگر پو پھٹنے کے سبب اذان کو دوبارہ دہرایا جائے تو ایسا کرنا بہتر ہے۔ اذان اور اقامت دونوں کی بجاآوری کی صورت میں کلمات اذان کی ترتیب اور موالات کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ اذان ہی کے اندر اندر کلمہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا پڑھنا بدعت ہے۔ اگر غفلت کے شکار حضرات کو بیدار کرنے کی غرض سے یہ کلمہ اذان صبح سے پہلے یا اذان صبح کے بعد پڑھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وضاحت

مندرجہ بالا فقہی عبارتوں میں امور ذیل کا واضح بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ وقت اذان کی اہمیت
۲۔ وقت فجر کی خصوصیت
۳۔ ترتیب اور موالات کا وجوب
۴۔ ایک نئی ذہنی ایجاد
۵۔ نئی ایجاد کے جواز کی ایک صورت

تفصیل وضاحت

۱۔ احکام شرعیہ کی بجاآوری کے لئے وقت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جس عمل شرعی کے لئے کوئی وقت مقرر ہو اس وقت کے آنے سے پہلے اگر اس عمل کی بجاآوری کی جائے تو وہ شرعاً درست عمل نہیں ہوگا اور ایسا کرنے والا شرعاً سبک دوش نہیں ٹھہر سکے گا۔ اسی طرح اگر کسی عمل شرعی کو اس کے مقرر کردہ وقت کے گزر جانے کے بعد بجا لایا جائے تو وہ بھی شرعاً درست عمل نہیں ہوگا۔ تاہم نماز کی صورت میں قضاء اس کی بجاآوری قرار پائے گی اور درست ادائیگی کی صورت میں فرد مکلف ایک حد تک سبک دوش ٹھہر سکے گا۔

اذان چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے لہذا اس عظیم حکم کی بجاآوری کے لئے وقت نماز کا آجانا معتبر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ از روئے شریعت محمدیہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا اپنا اپنا وقت جب آجائے تب اذان دینا روا ٹھہرتا ہے۔ ان چار نمازوں کے اوقات آجانے سے پہلے اذان دینا شرعاً ناروا قرار پاتا ہے۔

۲۔ یہ بات شرعاً واضح ہو چکی ہے کہ وقت نماز کے آجانے سے پہلے اذان دینا روا نہیں ہے مگر نماز فجر کا وقت اس عدم جواز سے شرعاً مستثنیٰ قرار پاتا ہے۔ چنانچہ پو پھٹنے سے پہلے بھی اذان دینا شرعاً روا ہے۔ بہت سے مقامات پر تہجد گزار اہل ایمان کی بیداری کے مقصد کے پیش نظر پو پھٹنے سے پہلے اذان دی جاتی ہے تاکہ نماز تہجد وغیرہ کی ادائیگی سے اہل ایمان بہرہ مند ہو سکیں۔ اذان پہلے دی جا چکی ہوتی ہے لہذا نماز صبح کی بجاآوری کے موقع پر صرف اقامت پر اکتفا کیا جائے تو ایسا کرنا شرعاً کافی ہے۔ ہاں اذان کا دوبارہ دہرایا جانا افضل صورت ہے۔

۳۔ اذان اور اقامت دونوں کی بجاآوری کے دوران کلمات اذان اور کلمات اقامت میں ترتیب کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ موالات کا لحاظ رکھنا بھی شرعاً واجب ٹھہرتا ہے۔

ترتیب کے وجوب کا مطلب یہ ہے کہ مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کے متن عربی کی رو سے جن کلمات اذان اور اقامت کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے ان کلمات میں کوئی تقدیم اور تاخیر والا معاملہ نہ کیا جائے ورنہ ترتیب اذان متاثر ہو جائے گی۔ اسی طرح سے اقامت کے کلمات کی ترتیب کے وجوب سے یہی مراد ہے۔ موالات کا مطلب یہ ہے کہ کلمات اذان اور کلمات اقامت کی اپنی اپنی ترتیب شرعی کو یکے بعد دیگرے بجالانا واجب ہے۔ اگر کسی کلمہ کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ کوئی اجنبی کلام یا غیر متعلقہ بات کی جائے تو اس سے موالات بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ جب کوئی واجب حکم میں خلل پڑجائے تو وہ عمل شرعاً غیر معتبر ٹھہرتا ہے۔ لہذا اذان اور اقامت کی بجاآوری میں کسی واجب حکم کا متاثر ہونا خود اذان اور اقامت کا شرعاً غیر معتبر ہونا قرار پاتا ہے۔

۴۔ مجموعہ شریعت محمدیہ کی رو سے اذان کی اپنی ترتیب شرعی کو متاثر کرنے والی ایک چیز کی نشاندہی کی گئی ہے۔ وہ یوں کہ اذان کے اپنے مخصوص کلمات کی فہرست میں شامل کر کے اذان کے اندر اندر کلمہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا پڑھنا ایک نئی ذہنی ایجاد ہے۔ کیونکہ اس اضافے سے اذان کی ترتیب اور موالات کا وجوب بری طرح متاثر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے لئے اپنی اذان شرعی کو ہر قسم کی نئی ذہنی ایجاد وغیرہ سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

۵۔ مذکورہ بالا نئی ذہنی ایجاد کو بھی ایک صورت میں شرعاً جواز کا درجہ مل جاتا ہے وہ یوں کہ اس کلمہ کو اذان کا حصہ بنانے سے باز رہا جائے بلکہ خواب غفلت کے شکار حضرات کو بیدار کرنے کی غرض سے اذان سے پہلے پہلے یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھا جائے یا اذان دے چکنے کے بعد یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھا جائے تاکہ محو خواب غفلت رہنے والے یہ کلمہ سن کر بیدار ہو سکیں اور وہ نماز گزاروں کی صف میں شامل ہو کر اخروی سعادت مندی کے حق دار ٹھہر سکیں۔

(جاری ہے)

بقیہ۔ قارئین کے خطوط

گزشتہ ڈیڑھ سال سے نوائے صوفیہ کا قاری ہوں۔ اس جریدہ سے ہمیں مذہبی شعور ملا ہے۔ لداخ میں مقیم نوربخشیوں کی خبریں پڑھ کر دل شادمان ہو جاتا ہے۔ ہم تمام اہلیان خپلوچھی کی طرف سے ان برادران ایمانی کو دل کی گہرائیوں سے سلام عرض ہے۔

محمد امین طالبعلم
دانیال دانا خپلوچھی

ماہنامہ نوائے صوفیہ مارچ کا شمارہ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یہ رسالہ ملت نوربخشیہ کی پبلسٹی کا واحد ذریعہ ہے۔ تاہم شمارہ نمبر ۲۸ میں مندرجہ ذیل خامیاں پائی گئیں۔

۱۔ ڈاکٹر اینڈریز ریک کے مضمون میں شمالی علاقہ جات میں نوربخشیوں کی آبادی دس فیصد دکھائی گئی ہے جبکہ درحقیقت شمالی علاقہ جات میں نوربخشی آبادی ۳۵.۲۲ فیصد ہے۔

۲۔ عیدالفطر کے موقع پر تین ہزار کا نہیں بلکہ دس ہزار نوربخشیوں کا اجتماع تھا۔

علی محمد ذوقی
نائب صدر NYF گانچھے

۱۹۹۶ء سے ماہنامہ نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں۔ اس جریدہ کو پڑھ کر سکون قلب میسر ہوتا ہے۔ وطن سے دور محاذ پر بھی ہم شرعی مسائل اور مذہبی خبروں سے آگاہ رہتے ہیں۔ نوائے صوفیہ ہمارا رہبر بن چکا ہے۔ سالانہ چندہ ارسال کیا تھا ملا ہوگا۔

سپاہی قربان علی 5-FPLI

نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار ہیں۔ رسالہ احیائے تصوف کے مشن میں بے پناہ کردار ادا کر رہا ہے۔ خصوصاً مضمون آپ کے مسائل اوران کا حل بہت سے دینی مسائل کے حل میں مفید ثابت ہو رہا ہے۔ جریدے میں ڈاکٹر غازی صاحب جناب غلام حسن حسنو صاحب اور دیگر لکھاریوں کی خدمات قابل تعریف ہیں۔

غلام رسول و محمد ابراہیم
مدرس مڈل سکول کھرکوہ

شہادت امام حسین کی پیش گوئیاں

مولوی عبدالرحیم ایم۔اے۔بی۔ایڈ

الحدیث

عن ام سلمہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اضطجع ذات یوم فاستیقظ و ھو خاسر و فی یدہ تربۃ حمراء کقلبھا قلت ما ھذا التربۃ یا رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل ان ھذا بنی الحسین یقتل بارض العراق و ھذہ تربتھا۔

ترجمہ

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کروٹ بدل کر سو رہے تھے اور پھر آپ نیند سے جاگے تو آپ غمگین ہو گئے اور آپ کے دست مبارک میں سرخ رنگ کی مٹی تھی جسے آپ الٹتے پلٹتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مٹی کیسی ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین سرزمین عراق میں شہید کر دیا جائے گا اور یہ وہاں کی مٹی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت مشیت ایزدی بنائے ہوئے باقاعدہ منصوبے کے مطابق ظہور پذیر ہوئی ہے۔ شہادت حسین علیہ السلام وہ عظیم شہادت ہے جس کی گواہی رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے دی ہے۔ اس شہادت کا اعلان مظلوم کربلا کی ولادت کے وقت ہی شروع ہو گیا تھا اور پھر اس کا اعادہ بار بار زبان رسالت سے ہوتا رہا۔ جو لوگ شہادت حسین کو اتفاقی واقعہ گردانتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ امام عالی مقام نے اپنی حکومت کی خاطر جنگ کی تھی انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے کتنی مرتبہ اس طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں۔

عن ام سلمہ قالت کان الحسن و الحسین یلعبان فی بیتی فنزل جبرئیل فقال یا محمد ان امتک تقتل ابنک ھذا من بعدو اومی الی الحسین و اتاہ بتربۃ فشمھا ثم قال ریح کرب و بلاء و قال یا ام سلمہ اذا تحولت ھذہ التربۃ بدم فاعلمی ان ابنی قد قتل فجعلتھا فی قارورۃ

ترجمہ

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کھیل رہے تھے۔ اتنے میں جبرئیل تشریف لائے اور اللہ کے رسول کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے بعد آپ کے اس بیٹے (حسین) کو آپ کی امت شہید کرے گی اور جبریل کا اشارہ حسین کی طرف تھا اور آپ کی خدمت اقدس میں تھوڑی مٹی پیش کی۔ آپ نے اس مٹی کو سونگھ کر فرمایا اس میں سے رنج و بلا کی بو آتی ہے اور مجھے بلا کر فرمایا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا (حسین) شہید ہو گیا۔ پھر میں نے اس مٹی کو شیشی میں بند کر رکھا۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مٹی کو حضرت ام سلمہ کو دینے میں ایک خاص مقصد پوشیدہ تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ شہادت حسین کے وقت صرف ازواج میں سے ام سلمہ زندہ رہیں گی اور دیگر ازواج وفات پا چکی ہوں گی۔ چنانچہ دسویں محرم کو جب حضرت امام عالی مقام کربلا کے میدان میں شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے اس دن حضرت ام سلمہ نے ہی مدینہ میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ شیشی دیکھ کر آپ کی شہادت کی خبر دی۔

حضرت امام کی شہادت کی یہ خبر خانوادہ رسول صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ہر ہر فرد کو تھی چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت یوں ہے۔

عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام انہ مر بکربلا ء عند الاشجار و ھو ذاھب الی صفین فساءل عن اسمھا ؟ فقیل کربلاء فقال کرب فنزل و صلی عند شجرۃ ھناک ثم قال یقتل ھھنا شھداء غیر الصحابۃ یدخلون الجنۃ بغیر حساب و اشار الی مکان ھناک معلوم بشئی ء فقتل فیہ الحسین

ترجمہ

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آپ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزرے تو ایک جگہ حنظل (اندرائن) کے درخت تھے۔ آپ نے پوچھا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا گیا کربلا۔ چنانچہ آپ وہاں اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہاں صحابہ کے علاوہ وہ لوگ شہید ہوں گے جو بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے اور آپ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں لوگوں نے نسان لگا دیا چنانچہ امام عالی مقام اسی جگہ شہید ہوئے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت اس طرح سے ہے

عن اصبغ بن نباتہ قال اتینا مع علی علیہ

عن اصبغ بن نباتہ قال اتینا مع علی علیہ السلام علی موضع قبر الحسین فقال ھھنا مناخ رکابھم و موضع امالھم و مھراق و مائھم فتیۃ من آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقتلون بھذہ العرصۃ تبکی علیھم السماء و الارض۔

ترجمہ

حضرت اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ قبرگاہ حسین پر گئے تو حضرت نے فرمایا کہ یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس جگہ کجاوے کسے جائیں گے اور یہ ان کے خون مطہر بہنے کا مقام ہے۔ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے ہی جوان یہاں شہید کر دیے جائیں گے اور ان کے غم میں زمین و آسمان آنسو بہائیں گے

٦ سرکار دو عالم کی زبان مبارک سے اس بات کا بھی اعلان ہوا کہ حضرت امام عالی مقام کو شہید کرنے والوں پر اللہ کا قہر و غضب ہوگا۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان جبرئیل اخبرنی ان امتی یقتل ھذا و انہ اشتد غضب اللہ علی من یقتلہ

ترجمہ

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے بتایا کہ میری امت کے لوگ اس بیٹے (حسین) کو شہید کریں گے اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب نازل ہوگا اس قتل کی بنا پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام شہادت کی بھی نشاندہی فرمائی۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف و جاء فی بھذا التربۃ فاخبرنی انھا مضجعۃ و ض۔

ترجمہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے آگاہ کیا کہ میرے بعد میرا بیٹا حسین ارض طف پر شہید کر دیا جائے گا اور جبرئیل وہاں کی یہ مٹی میرے پاس لائے ہیں اور مجھ سے کہا ہے کہ یہ ان کے لیٹنے کی جگہ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت چونکہ جہری
٧ شہادت اس لئے اس کا اعلان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آپ کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں کی صورت میں یہ اعلان یہاں تک مشہور و معروف ہو گیا کہ نہ صرف اس سے انسان باخبر ہوا بلکہ قبل از وقت ملائکہ بھی باخبر اس کے باوجود جو اسے ایک

باقی صفحہ نمبر ۲۷ پر



نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن گھانچے پاکستان نے نومبر ۱۹۹۶ء کو پیر نور بخشیہ سید محمد شاہ صاحب، الحاج فقیر محمد ابراہیم اور دیگر علمائے نور بخشیہ کے اعزاز میں ایک پارٹی دی۔ یہ تصویر اس موقع پر لی گئی۔

بقیہ - اہمیت علم

قرآن مجید میں دیگر متعدد مقامات پر اہمیت علم کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم کا علم عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت شمعون علیہ السلام کے زمانے میں بنو اسرائیل نے قوم عمالقہ سے جنگ کی خاطر قیادت سنبھالنے کے لئے بادشاہ مقرر کرنے کا تقاضا کیا تو حضرت شمعون علیہ السلام نے حضرت طالوت کو بنو اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا تاکہ ان کی قیادت سے فتح و ظفر نصیب ہو۔ لیکن بنو اسرائیل معترض ہوئے۔ اس پر حضرت شمعون علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ " اللہ تعالیٰ نے انہیں (حضرت طالوت) کو علم اور بدن میں فوقیت دی ہے " یہ سن کر بنو اسرائیل خاموش ہو گئے اور قدرت خداوندی سے طالوت نے جالوت کو قتل کیا اور فتح و نصرت ان کا مقدر ٹھہری۔

غرض مطالعہ قرآن سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ علم ہی انسان کا معیار شرف و عزت ہے یہی خلافت و نیابت الٰہی کی بنیادی شرط ہے اور یہی ذریعہ نجات ہے۔ جو لوگ علم سے بے بہرہ رہ کر خالق حقیقی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سعی و کاوش لاحاصل اور بے ثمر ثابت ہوتی ہے کیونکہ عبادت اور زہد کے باوجود وہ جہالت کے باعث شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں اور خسران ابدی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بقیہ - قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری اور خریدار ہوں۔ پورا مہینہ بے چینی سے نئے شمارے کا انتظار کرتا رہتا ہوں۔ مجموعہ شریعت محمدیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل اور غلام حسن صاحب کے سلسلہ مضامین انتہائی دلچسپ ہیں۔ چند تجاویز پیش ہیں۔ رسالے کے صفحات بڑھائیں۔ اقوال زرین معلومات عامہ شائستہ لطیفے اور اندرون ملک کی خاص خاص خبریں بھی شائع کریں۔ علاقہ شگر کے تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ کی طرف سے ادارہ نوائے صوفیہ کے اراکین اور لداخ کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو سلام۔ عبدالحمید نمائندہ نوائے صوفیہ وزیر پور شگر

آج کے اس پرآشوب دور میں نوائے صوفیہ ہمارا رہنما ہے۔ یہ رسالہ عام فہم اور دلچسپ ہے۔ میں رسالے کا چندہ ارسال کر چکا ہوں میرے نام بھی رسالہ جاری کریں۔

نور علی حسنی طالب علم

گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی

نوائے صوفیہ کی ترسیل میں تاخیر کا رجحان ہے۔ اگر کوئی شمارہ شائع نہ ہو سکے تو اگلے شمارے میں اس کی وجوہ لکھی جانی چاہئیں۔ علامہ محمد بشیر صاحب کو گاڑی کو جو حادثہ پیش آیا اس کا سن کر بہت افسوس ہوا تاہم ان کی صحت یابی کی خبر سے اطمینان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ بشیر صاحب جیسے ممتاز عالم دین کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ہندوستان کے تھگام کے نوربخشی بھائیوں کے خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میری طرف سے لداخ کے جملہ اہل نوربخشیہ کو سلام عرض ہے۔

حاجی محمد سلیم خپلو

"صوفی "اور" تصوف" کی مختصر وضاحت

شیخ محمد جابر دولت الکویت

لفظ صوفی اور تصوف کی تشریح کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بہت سی کتابیں اس موضوع پر تحریر کی گئی ہیں۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ صوفی کو صوف یعنی اون کا لباس پہننے کے سبب یہ نام دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہمیشہ صف اول میں کھڑے ہوتے ہیں اس لئے صوفی کہلاتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک صوفی کے معنی صفہ کے ہیں جس کا لغوی معنی خالص ہونا ہے۔

شیخ احمد رفاعی بنو صفہ اور اصحاب صفہ کو ایک ہی سلسلے کی کڑی قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبیلہ مصر کی ایک جماعت کو صفہ کہا جاتا تھا لیکن ان کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی تو انہوں نے منت مانی کہ اگر ان کا کوئی بیٹا زندہ رہا تو اسے کعبہ کے لئے نذر وقف کریں گے اور صفہ اسی قبیلے سے ہیں۔ ظہور اسلام کے بعد اسلام لا کر عبادت گزار بن گئے اور جو ان کی صحبت میں رہے وہ صوفی کہلانے لگے اور یہی جماعت مسجد نبوی کے چبوترے پر بیٹھ کر رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست فیض و تربیت پانے لگی اور یہی خستہ حال لوگ بعد میں اصحاف صفہ کے معزز نام سے مشہور ہو گئے۔ یہ لوگ کسی روزگار اور پیشے سے تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے غرباء اور فقراء میں شمار ہوتے تھے اور دن رات رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو کر تربیت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضیاب ہوتے تھے۔ ان کی زندگیاں خالصتاً دین اسلام کے لئے وقف تھیں اور وہ دن رات عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے۔

سورۃ کہف میں ان بزرگ اصحاب کا ذکر یوں ہوا ہے۔ (ترجمہ) اور اپنے آپ کو روکے رکھیں ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کے مکھڑے کے طلب گار ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر انہی لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے تھے جو خستہ حال تھے جن کی جلدیں خشک بال پراگندہ اور لباس فقیرانہ تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے "تمام حمد وثنا اس ذات پاک کے لئے ہے جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا فرمائے کہ میں اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھوں۔"

حضرت داتا گنج بخش کے فرمان کے مطابق باطن کو مخالفت حق کی کدورت سے پاک کرنے کا نام تصوف ہے۔

تصوف کا ایک اشتقاق الصفو سے بھی ہے جس کا مطلب محبت، اخلاص اور دوستی ہے یعنی اجر جزا سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف محبوب حقیقی سے بے لوث محبت اور دوستی کا رشتہ استوار کر لیا جائے۔

حضرت ابو حسنہ نوری کا کہنا ہے کہ تصوف نفس کی تمام لذتوں کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

حضرت ابو عمر ریشغی کا کہنا ہے کہ تصوف دونوں جہانوں کو نقص کی نگاہ سے دیکھنے بلکہ دونوں جہانوں سے آنکھ بند کر لینے کا نام ہے۔

حضرت امام محمد باقرؒ کا فرمان ہے کہ تصوف اخلاص کا نام ہے جو شخص اخلاق میں بڑھ گیا وہ تصوف میں بڑھ گیا۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے۔ سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، مسافرت، اونی لباس سیر وسیاحت اور فقر

سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ رضا حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہے صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے ہے اور اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام سے۔ مسافری حضرت یحییٰ علیہ السلام سے۔ اونی لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اور فقر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ سے ہے۔

اس موضوع پر تحقیق کے بعد دور حاضر کی مشہور

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

شیخ نجم الدین کبری

غلام حسن نوربخش فاضل عربی - ایم، اے

از مہر تو بگزرد کہ را دارد دوست
و ز کوئے تو بگزرد کجا خواہد شد

در راہ طلب رسیدہ ای می باید
دامن ز جہان کشیدہ ای میباید

بنائی خویش را دوا کن کہ زراک
عالم ہمہ اوست دیدہ ای میباید

چوں عشق بدل رسید دل درد کند
درد دل مرد مرد را کند

در آتش عشق خود بسوزد و انگاہ
دوزخ ز برای دیگران سرد کند

ای دیدہ توی معاینہ دشمن دل
پیوستہ بباد برد ہمہ خرمن دل

وز دیدہ بری دلبراں در نگری
وانگاہ نہی گناہ بر گردن دل

گبریست درین تحم کہ پنہانی نیست
برداشتن سرش باسانی نیست

ایمانش ہزار بار تلقین کردم
ای کافر را سر مسلمانی نیست

اے نسخہ نامہ الہی کہ توئی
وے آئینہ جمال شاہی کہ توئی

برون ز تو نیست ہرچہ در عالم ہست
در خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

خواجگان در زمان معہولی
ہمہ شبلی و بایزید شوند

باز چوں بر سر عمل آیند
ہمہ چون شمر و چوں یزید شوند

آنہا ہر خان کہ اصل شان از چہ گلست
ایا کہ سرشت پاکشان از چہ گلست

دل را ببرند و قصد جان نیز کنند
اینست بلا وگرنہ ایشان چہ گل است

پیوستہ ازاں سلسلہ موییزم
زان خط خوش و تعدی خو میرم

ترسیدن ہر کہ رست از چشم بد است
بیچارہ من از چشم نکو میرزم

گر طاعت خود نقش کنم برنانی
وآن نان جہنم پیش سگی بر خوانی
و آن سگ گرسنہ در دندانی
از ننگ بران نان ننہد واندانی

اے تیرہ شب آخر بسحر ضیائی
غم ہای سنی کہ خود بسر بینائی

اے صبح گران رکاب گوئی کہ تو نیز
مقصود دل سنی کہ بر بینائی

زاں بادہ نہ خوردہ ام کہ ہشیار شوم
آن مست نبودہ ام کہ بیدار شوم

یکجام تجلی جمال تو بس است
تا عدم و وجود بیزار شوم

گر طاعت خود نقش کنم برنانے
و آن نان بہم پیش سگے بر خوانے

سگ سالے گرسنہ در زندانے
از ننگ برآن نانخنند دندانے

اے دل تو برین مفلسی و رسوائی
انصاف بدہ کہ عشق را کے شائی ؟

عشق آتش تیز است و ترا آبی نہ
خاکت بر سر کہ باد بے پیمائی

وفات

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کائنات پر موجود ہر چیز فنا ہونے والی ہے صرف اللہ ذوالجلال والاکرام ہی باقی رہنے والا ہے۔ کے تحت ہر ایک نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی موت کی داستان بھی بے حد عبرت انگیز اور عزم و استقلال سے بھرپور ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کے ایک نامور مرید حضرت شیخ مجدالدین درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان پر سکر کا غلبہ ہوا اور کہنے لگے کہ ہم دریا کے کنارے پر پڑے بطخ کے انڈے تھے اور شیخ نجم الدین نے گویا تربیت کا پر ہمارے اوپر ڈالا یہاں تک کہ ہم انڈوں سے نکل آئے۔ ہم اب بطخ کے بچے تھے اس لئے دریا میں اتر گئے لیکن شیخ کنارے پر ہی رہ گئے۔ شیخ نے نور کرامت سے یہ بات جان لی اور ساتھ ہی ان کی زبان سے نکلا در دریا میر یعنی دریا میں ڈوب مرو۔ شیخ مجدالدین نے یہ بات سن لی اور ڈر گئے۔ فوراً شیخ سعد الدین حموی کے پاس چلے گئے اور بہت آہ و زاری کی اور عرض کیا کہ جب بھی شیخ کا حال اچھا ہو مجھے اطلاع دیں تاکہ میں معافی مانگ لوں۔ ایک دن محفل سماع میں آپ کا حال بہت اچھا ہوا۔ شیخ مجد الدین کو اس کی اطلاع دی گئی آپ وہاں برہنہ پا آگئے۔ ایک بڑی سی تھالی کو آگ سے پر کیا اور اسے لے کر اس جگہ بیٹھ گئے جہاں شیخ اور دوسرے مریدوں کی جوتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ شیخ نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا کیونکہ تم نے درویشوں کی طرح عذر خواہی اور معذرت کی ہے لہٰذا تمہارا دین و ایمان سلامت رہا تاہم تمہارا سر چلا جائے گا اور تم دریا میں ڈوب مرو گے اور ہمارا اور ہمارے ملک کے سرداروں کا اور پورے ملک خوارزم کے لوگوں کا سر تمہارے قصاص میں چلا جائے گا اور تمام ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔

نفحات الانس ص ۴۲۵

(جاری ہے)

بقیہ۔ صوفی اور تصوف

مستشرق پروفیسر این میری شمل تحریر کرتی ہیں۔ تصوف کا منبع پیغمبر اسلام ہیں اور تصوف کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے جو پیغمبر اسلام کے ذریعے قرآن مجید کی صورت میں نازل ہوئی۔ قرآن مجید مسلمانوں کے لئے مینارہ نور ہے۔ قرآنی علوم اور حقائق بیان کرنے میں صوفیائے اسلام نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور قرآن مجید کے الفاظ نے ان کے لئے مشعل راہ کا کام دیا ہے۔ مزید براں یہ قرآن حکیم ہی ہے جس سے صوفیا اسلام کو روحانی احوال اور مقامات حاصل ہوئے۔ کشف و کرامات اور استغراق کی کیفیات نمودار ہوئیں۔ صوفی ازم کی اصل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی روحانیات کی پہلی کڑی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علوم وولایت ان کے چچازاد بھائی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو حاصل ہوئے۔ (ہوئی۔ دہلی)

حضور کی تاریخ ولادت

مولوی محمد علی چھوربی اسلام آباد

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان علم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا کہ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی تھی۔ (دیکھئے سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی ص ۱۷۶ جلد اول

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش صحیح روایت کے مطابق عام الفیل نو (۹) ربیع الاول بروز سوموار طلوع فجر کے وقت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے واقعے کو پانچ سو ساٹھ ۵۶۰ سال ہو چکے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کو تین ہزار چار سو اکاسی ۳۴۸۱ سال ہو چکے تھے اور ابو البشر آدم علی نبینا علیہ السلام کو زمین پر تشریف لائے نو ہزار دو سو اکتالیس ۹۲۴۱ سال کا عرصہ گزر چکا تھا جیسا کہ شیخ ابو اللیث محدث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت سورج برج حمل سے منتقل ہو کر برج ثور میں داخل ہوا تھا اور پہلے درجہ کے بیس دقیقہ میں تھا۔ (دیکھئے سلسلۃ الذہب حصہ اول ص ۱۸۳)

مولانا قاضی سلیمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔ (دیکھئے رحمت اللعالمین جلد اول ص ۳۵)

نبی صلعم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے۔ تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری و ابن خلدون نے ۱۲ اور ابو الفدا نے ۱۰ تاریخ لکھی ہے مگر سب کا اتفاق دوشنبہ پر ہے جبکہ دوشنبہ ۹ ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا اس لئے ۹ ربیع الاول ہی آپؐ کی صحیح تاریخ ولادت ثابت ہوتی ہے۔

تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت عرب نے بھی ۹ تاریخ ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

صاحب معارج النبوت لکھتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کو چار ہزار چار سو ننانوے سال گزر چکے تھے۔ عام الفیل کے ۵۵ دن بعد ربیع الاول کے مہینے میں تاریخ شب دوشنبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت معین ہوتی ہے۔ (دیکھئے معارج النبوت ص ۱۸۲)۔ غرض سب مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپؐ کی ولادت باسعادت دوشنبہ کی رات کو ہوئی جو کہ قاعدہ تقویم کے مطابق ۹ ربیع الاول محقق ہوتی ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جدید زمانے میں تحقیق کرنے والے جملہ محققین نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ہی ثابت کی ہے۔

بقیہ۔ قارئین کے خطوط

میں کئی سالوں سے نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں آپ کے مسائل اور ان کے حل کے لئے کئی سوالات بھیجے ہیں مگر تاحال ان کے جواب شائع نہیں ہوئے۔ ایک مضمون بھی ارسال کیا تھا مگر شائع نہیں ہوا۔

نائیک غلام حیدر ہوبجی

جواب۔ آپ کی ارسال کردہ چیزیں انشاء اللہ باری آنے پر چھپ جائیں گی۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

فضائل اہل بیت

مولانا شکور علی فاضل عربی، بی۔اے

منقول ہے کہ یونان کے کسی رئیس نے ایک دانشمند غلام کے سامنے اظہار تفخر کیا جس پر غلام نے کہا کہ اگر تم اپنی خوش پوشی اور خوش لباسی کی بنیاد پر فخر کرتے ہو تو پھر تمہارا حسن اور زینت دراصل تمہارے لباس کے دم سے ہیں تیری ذات کی وجہ سے نہیں ہیں اگر اس مفاخرت کی بنیاد تمہارا (اعلیٰ نسل کا) گھوڑا ہے جس پر تو سوار ہے تو پھر یہ پھرتی اور تیزی تیرا نہیں بلکہ تیرے گھوڑے کا حصہ ہے۔ اور اگر تم اپنے آباء کو موجب فضیلت جانتے ہو تو صاحب فضل تو وہ ٹھہرے نہ کہ تم۔ جب ان کی کوئی فضیلت تمہیں منتقل نہیں ہوئی تو پھر تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ میرے مقابلے میں مفاخرت سے پیش آؤ۔

ان افتخرت باباء سلفاً
قالوا صدقت و لکن بئس ما ولدوا

اگر تم اپنے گزرے ہوئے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہو تو پھر لوگ کہیں گے کہ یہ بات تو درست ہے کہ (واقعی وہ بڑے عالی مرتبت تھے) مگر تم جیسے بداختر ان کی اولاد کیوں کر بنے؟

(شرح گلشن راز فارسی ص ۶۸۲)

مولائے متقیان سرور اولیاء حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کن ابن من شئت و اکتسب ادبا
یغنیک محموده عن انسب

فلیس تغنی الحسیب نسبتہ
بلا لسان لہ و لا ادب

ان الفتی من یقول ها انا ذا
لیس الفتی من یقول کان ابی

(حضرت علیؑ ص ۲۱)

تم جس کے بھی بیٹے ہو ادب حاصل کرو اس ادب کی بدولت تم کو نسب سے بے پروائی حاصل ہو گی۔ شریف کو اس کے نسب سے بغیر زبان و ادب سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

جوانمردی اسی میں ہے کہ وہ کہے میں ایسا ہوں وہ جواں مرد نہیں ہے جو کہے کہ میرا باپ فلاں تھا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں میں انتشار کی بنیاد یہی نسل پرستی اور نسب پرستی ہے جو علم اور سائنس کی روشنی عام ہونے کے باوجود بھی ختم نہیں ہو سکی ہے۔

اہل بیت کی تحقیق

از روئے لغت اہل الرجل وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ ایک گھر یا ایک نسب میں شریک ہوں اور انہیں دونوں کے قائم مقام اس کے دین اور صنعت اور شہر کے لوگ بھی اس کے اہل کہلاتے ہیں۔

(دیکھئے مفردات امام راغب)

اہل بیت نبویؐ کون کون ذوات مقدسہ ہیں اس کے تعین کے سلسلے میں علماء متقدمین نے اختلاف کیا ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک بنی ہاشم مراد ہیں۔ بعض نے بنی قصی اور بعض نے تمام قریش کو شامل کیا ہے۔ زید بن ارقم کے نزدیک صرف بنی عبدالمطلب ہیں۔ سعد بن جبیر کے نزدیک ازواج مطہرات اور اولاد اہل بیت ہیں۔ مقاتل اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہؓ کے نزدیک صرف اہل عبا مراد ہیں آیت تطہیر انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

(ارجح المطالب ص ۳۰۵)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اہل بیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر مراد ہے جس میں ازواج مطہرات سکونت پذیر تھیں اور آیت تطہیر ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی۔

(جاری ہے)

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

جی ۔ ایچ معروفی

اسلام کے معنی ہی اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ کی زبان سے اللہ کا حکم سنتے ہی بلا تامل اپنی جان قربانی کے لئے پیش کی تھی ۔ عین اسی نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ نے بھی میدان کربلا میں اپنی جان اور اہل و عیال کی قربانی دے کر حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا فیصلہ کیا ۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال نے فرمایا ہے

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

یزید اور اس کے حواریوں نے خلافت کی جگہ ملوکیت اور موروثی حکومت کی بنیاد رکھ دی تھی ۔ چنانچہ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینے کا حکم صادر کیا ۔ مگر حضرت حسین علیہ السلام کے لئے یزید کی بیعت مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر خارج از امکان تھی ۔

۱ ۔ بیعت یزید موروثی حکومت اور ملوکیت کی ابتدا ثابت ہوتی جو روح اسلام سے انحراف کی مانند تھی ۔

۲ ۔ یزید اعلانیہ اسلامی اقدار کو پامال کر رہا تھا ۔ چنانچہ اس کی بیعت کرنا اسلامی حکومت کے خاتمے کی تائید کے علاوہ اس کے کردار پر اظہار رضایت بھی ہوتا ۔

۳ ۔ یزید اسلامی حاکم کی تعریف پر پورا نہیں اترتا تھا ۔ اس کے دور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا جا رہا تھا لیکن یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود عالم اسلام خاموش تماشائی بنا ہوا تھا ۔

حج کا موسم قریب تھا امام حسینؑ نے مکہ تشریف لے جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اہل اسلام پر اتمام حجت کی سبیل پیدا ہو ۔ آپ نے اہل مکہ کو اپنا پیغام پہنچایا ۔ دوسری طرف امام عالی مقام کو اپنے شہید کئے جانے کی سازش کا بھی علم ہو چکا تھا ۔ آپ نے باندھے ہوئے احرام کھول دیئے اور راہ حق میں اپنی جان فدا کرنے کے لئے سرزمین کربلا کا انتخاب کیا ۔ اور اپنے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دے دیا ۔

دوسری طرف نواسہ رسول کے مخالفین بھی میدان کربلا میں صف آرا ہو رہے تھے ۔ کربلا پہنچ کر امام نے اپنا تعارف نہایت غیر مبہم انداز میں کروایا تاکہ کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے ۔ حضرت امام نے کئی بار افواج یزید سے خطاب فرماتے ہوئے انہیں ان کا اخروی انجام یاد دلایا اس کے نتیجے میں حر ابن یزید ریاحی حضرت امام علیہ السلام سے آملا ۔ تاہم فوج یزید دنیا کے بدلے اپنی عاقبت اور آخرت بیچ چکی تھی ۔ آخر انہوں نے اقوام سلف کی قتل انبیاء کی روایت کو زندہ کرتے ہوئے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور احباب کو نہایت بے دردی سے شہید کیا ۔ حر بن یزید ریاحی لشکر حسینی کا پہلا شہید تھا ۔ اس کے بعد لشکر حسینی کے جوانوں نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ آج بھی زمانہ ان کے عزم اور ارادے کی داستان سن کر دنگ رہ جاتا ۔ حضرت امام یکے بعد دیگرے اپنے پیاروں کے لاشے اٹھاتے رہے ۔ جواں بیٹے علی اکبر کی لاش ، بھتیجے قاسم کی لاش اور بھائی عباس کی لاش ۔ دوسری طرف خیموں سے معصوم بچوں کی العطش العطش کی نحیف آوازیں سننے والوں کا جگر چھلنی کرنے کے لئے کافی تھیں ۔ حسین نے آخر اپنے چھ ماہ کے معصوم بچے علی اصغر کے خون کا نذرانہ بھی پیش کیا ۔

جب تمام اہل خانہ اور احباب باوفا آب شہادت سے سیراب ہو چکے تو آخر امام مظلوم کی اپنی شہادت کی باری آئی ۔ کیا منظر ہے کہ ایک شخص جس کے لبوں پر قرآن مجید کی آیات تھیں تلوار سونت کر شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر لشکر اہل باطل پر حملہ آور ہو رہا ہے ۔ اس دوران امام عالی مقام کا سارا بدن زخموں سے چھلنی ہو چکا تھا ۔ وقت عصر قریب تھا ذوالجناح کی زین سے فرش زمین پر تشریف لاتے ہی قبلہ رو ہو کر خالق حقیقی کے حضور سر جھکا دیا ۔ اس انوکھے سجدے کو دیکھ کر اہل باطل کے ہوش اڑ

باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر

شہادت علی اکبر

محمد حسن نوری متحدہ عرب امارات

نواسہ رسولؐ جب یکے بعد دیگرے سب جان نثاروں کو الوداع کہہ چکتے ہیں تو اب اس نوجوان کی باری آتی ہے جو شکل و شمائل میں، گفتار میں اور کردار میں ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہیں ۔چنانچہ اہل مدینہ کو جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کے روئے مطہر کی یاد ستاتی تھی تو علی اکبر کی زیارت اپنے دیدار کی پیاس بجھا لیا کرتے تھے ۔افسوس حسین کا یہ اٹھارہ سالہ گھبرو جوان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے باباجان سے اذن طلب کر رہا ہے اور اپنے اباجان کے قدموں پر نثار ہو کر جنت الفردوس میں پہنچنے کے لئے بے تاب ہے ۔اباجان مجھے بھی اس سفر پر جانے کی اجازت دیجئے جس پر میرے بھائی قاسم اور میرے چچا عباس پہلے ہی روانہ ہو چکے ہیں ۔صدموں سے چور چور بوڑھا باپ یوں گویا ہوتا ہے "بیٹے اپنے بوڑھے باپ کے ارمانوں کا کچھ خیال کرو اور مجھے ان فرائض کی بجاآوری کا موقع دو جو میرے اوپر عائد ہوتے ہیں بیٹا میرا پہلا فرض اس وقت یہ ہے کہ تمہارے سر پر شادی کا سہرا سجاؤں ۔"
بیٹا عرض کرتا ہے باباجان

رفت عباس از جہاں دیگر چہ وقت شادی است
بعد قاسم غرق خوں گشتن کجا دامادی است

اباجان چچا عباس کے اس جہاں سے گزر جانے کے بعد اور بھائی قاسم کے خاک وخون میں نہا چکنے کے بعد علی اکبر کے لئے شادی کا یہ کون سا موقع ہے "اباجان مجھے بھی اذن جہاد مرحمت فرمایئے کہ میں بھی جنت الفردوس میں پہنچ کر دادا علی مرتضیٰ علیہ السلام اور دادی فاطمۃ الزہرا کو یہ خوش خبری دے سکوں کہ میں بھی آپ لوگوں کے لخت جگر حسینؑ پر نثار ہو کر آیا ہوں۔

باپ سے اجازت لینے کے بعد ہم شکل مصطفیٰؐ جب فرس صبا رفتار پر سوار ہو کر افواج یزید کے مقابل پہنچے تو اہل کوفہ ہم زبان ہو کر پکار اٹھے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے نواسے کی مدد کے لئے قبر انور سے اٹھ کر تشریف لائے ہیں اور ہمارے اندر آپ سے جنگ کی طاقت نہیں ہے ۔لیکن سپاہ یزید کے سالار عمر سعد نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر باواز بلند کہا کہ اے اہل کوفہ: یہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے بلکہ حسین کا بیٹا علی اکبر ہے ۔اس اعلان کا سننا تھا کہ فوج یزید نے علی اکبر کو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی ۔علی اکبر داد شجاعت دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہنے والے ہیں اور لحہ آخر اپنے باباجان کو مدد کے لئے پکار رہے ہیں یا ابا ادرکنی ۔یا مولا ادرکنی ۔اباجان مدد کو پہنچو مولا مدد کو پہنچو کہ علی اکبر سینہ خاک پر گر رہا ہے۔ حسینؑ کے کانوں میں یہ درد بھری آواز آتی ہے تو آپؑ میدان کی طرف دوڑتے ہیں اور اپنے بیٹے کو پکارتے ہیں مگر کوئی جواب نہیں ملتا آسمان کی طرف منہ کر کے استفسار کرتے ہیں کہ اے فلک کیا تو نے میرے علی اکبر کو اٹھایا مگر آسمان خاموش رہتا ہے زمین سے پوچھتے ہیں کہ اے زمین کیا تو نے میرے جوان بیٹے کا لاشہ چھپایا ہے مگر زمین دم بخود ہے دریا سے سوال کرتے ہیں کہ اے فرات کیا میرا علی اکبر تیری گہرائی میں پنہاں ہو گیا ہے "مگر فرات مہر بلب ہے۔ کسی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر نہایت بے چارگی کے عالم میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

کجائی اے پسر آخر کجائی
ز حال من چنیں غافل کجائی

اظہار تشکر

میری والدہ صاحبہ کی وفات پر جن احباب نے تعزیت کا اظہار کیا ہے ان کو میں فرداً فرداً جواب نہیں لکھ سکا۔ اس لئے نوائے صوفیہ کی وساطت سے میں سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محمد علی براہوی حال کویت

زکواۃ

م - ش - کوروی

اہمیت زکواۃ

قرآن مجید میں نماز کے بعد جس عبادت کی سب سے زیادہ تاکید آئی ہے وہ زکواۃ ہے - کتاب پاک میں بتیس مقامات پر زکواۃ کی ادائیگی کا حکم مکرر آیا ہے - زکواۃ کلمہ بنائے اسلام کا حصہ ہے اور اس کی ادائیگی مسلمان ہونے کی بنیادی شرط ہے -

زکواۃ اسلام کے معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے - سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس جو ارتکاز زر پر مبنی ہے دین اسلام نے زکواۃ، خمس، صدقہ، خیرات اور فطرانہ وغیرہ کی ادائیگی کو لازمی قرار دے کر تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنایا ہے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں زکواۃ کے نظام کو باقاعدہ قائم کر دیا تھا اور مختلف اکابر صحابہ کو مختلف قبائل میں زکواۃ کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب کچھ قبائل نے زکواۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے مشورے سے ان کے خلاف باقاعدہ اعلان جنگ کیا، حالانکہ وہ لوگ باقی اسلامی احکامات بجالاتے تھے صرف زکواۃ دینے سے انکاری تھے -

حضرت عمرؓ کے زمانے میں زکواۃ کے نظام کی بدولت مملکت اسلامیہ میں دولت کی اس قدر ریل پیل ہو گئی تھی کہ اگر کوئی مالدار اپنی زکواۃ لے کر گھر سے نکلتا کہ کسی مستحق کے حوالے کرے تو کوئی وصول کنندہ نہ ملتا تھا -

زکواۃ کی حقیقت

زکواۃ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی "پاک وصاف کرنا" ہے - اگر انسان کا نفس پاک کرنے کو تزکیہ نفس اور مال پاک کرنے کو تزکیہ مال کہا جاتا ہے - زکواۃ تمام مالی عبادات میں سب سے اہم عبادت ہے - اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ زکواۃ کی ادائیگی سے مال و دولت سے وہ تمام آلودگی اور آلائش دور ہو جاتی ہے جو مال و دولت کو نادانستہ یا غیر ارادی طور پر حرام یا مشتبہ مال سے خلط ملط ہونے پر لگ جاتی ہیں - نیز آدمی میں ایثار قربانی اور سخاوت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں -

نصاب زکواۃ

زکواۃ جہاں ایک طرف غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کا ایک انقلابی ذریعہ ہے وہاں حکم خداوندی اور شرط اسلام بھی ہے - مختلف پیداواری اشیاء مثلاً مویشیوں میں سے اونٹ، گائے، اور بھیڑ بکری، زرعی پیداوار میں سے گندم، جو کھجور اور کشمش، معدنیات میں سے سونا، چاندی وغیرہ سب پر زکواۃ مقررہ نصاب کے مطابق واجب ہے جو درج ذیل ہیں -

زرعی پیداوار کا نصاب

پانچ وسق پر ایک صاع واجب ہے - جو آج کل کے پیمانے کے لحاظ سے اٹھارہ من اڑتالیس سیر چھ چھٹانک بنتے ہیں زراعت کے دوران کے اخراجات منہا کرنے کے بعد غلے کا دسواں حصہ بطور واجب زکواۃ نکالا جائے - کھجور اور کشمش کی زکوات کا حکم بھی وہی ہے جو گندم اور جو کا ہے -

معدنیات کی زکواۃ

بیس دینار سونے کا نصاب ہے - ایک سال کا عرصہ گزر جانے پر اس کا چالیسواں حصہ بطور زکواۃ ادا کیا جانا چاہیئے - ایک دینار کا وزن دو تولہ اور ساڑھے سات ماشہ کے برابر ہے -

چاندی کا نصاب

دو سو درہموں پر ایک سال گزر جانے پر اس کے چالیسواں حصہ کی زکواۃ واجب ہے۔ پاکستانی کرنسی کی بنیاد سونے پر ہے کیونکہ اب دینار اور درہم کا زمانہ نہیں رہا اس لئے اس قدیم نصاب پر قیاس کرتے ہوئے ہمارے علماء نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور پاکستانی کرنسی کے حساب سے ایک سو روپے پر سال گزر جانے پر اڑھائی روپے زکواۃ واجب قرار دی ہے۔

زکواۃ کے مصارف

قرآن کریم کی وضاحت کی رو سے زکواۃ کے مستحقین یہ ہیں۔

۱۔ فقراء
۲۔ مساکین
۳۔ عاملین زکواۃ یعنی زکواۃ جمع کرنے والے کارکن
۴۔ تالیف قلوب یعنی اسلام کی تقویت کے لئے مختلف افراد کی دل جوئی
۵۔ غلاموں کی آزادی
۶۔ مقروض کے قرض کی ادائیگی
۷۔ جہاد اکبر اور جہاد اصغر کے امور اور تمام خیراتی کام۔
۸۔ تنگ دست مسافر

مندرجہ بالا ۱ تا ۸ میں سے ماسوائے جہاد اکبر وضاحت طلب نہیں ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ غزوہ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپؐ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

ارشادات نبویؐ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ جہاد اکبر نفس کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا نام ہے۔ اعتکاف جہاد اکبر کی ایک صورت ہے اور اس مد میں بھی زکواۃ خرچ کرنا جائز اور فائق ہے۔ جہاد اصغر اسلام کے دشمنوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ ہے جس کا مقصد دین کی اشاعت اور اعلائے کلمتہ اللہ ہے جس میں زکواۃ کی رقم استعمال ہو سکتی ہے۔

پس چہ باید کرد

نظام زکواۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک خاص رحمت ہے جس کے ذریعے اہل اسلام کو خوش حال بنانا اور ارتکاز زر کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے دولت کا دھارا غریبوں کی طرف موڑنا مقصود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام ارباب دولت سچے دل سے بینکوں اور کاروبار میں لگی ہوئی دولت کی زکواۃ ادا کریں۔ نظام زکواۃ سے وابستہ افراد دیانتداری خدا خوفی اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ زکواۃ کو مستحقین زکواۃ تک پہنچائیں۔ اس طرح ہماری برادری کے افراد خوش حال ہو جائیں گے اور اہل عالم میں ان کی قدر و منزلت بڑھے گی۔

اطلاع عام

ادارہ نوائے صوفیہ کے اہم رکن ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد صاحب کو بلتستان کے طول و عرض سے سیکڑوں خطوط موصول ہوئے ہیں۔ چونکہ وہ بذریعہ خط و کتابت مریضوں کا علاج کرنے سے قاصر تھے اس لئے جون کے مہینے میں بلتستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ پرانے اور لاعلاج امراض میں مبتلا مریض اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے ان کے دورہ بلتستان کے دوران ان پتوں پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سکردو۔ علی موسیٰ صاحب ویلفیئر آفیسر سکردو
۲۔ گانچھے۔ غلام عباس میکسرپی خپلو

اپیل

لداخ کے اہل نوربخشیہ ماہنامہ نوائے صوفیہ کے قاری بننے کے خواہش مند ہیں۔ ڈاک کے اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے ادارہ تمام لداخی بھائیوں کی خواہش پوری کرنے سے قاصر ہے لہذا جو حضرات لداخی بھائیوں کو اپنے خرچ پر رسالہ بھیجنا چاہتے ہوں وہ اپنا مکمل نام و پتہ اور مبلغ چار سو روپے (۴۰۰) بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ تعاون کرنے والے کا نام اور لداخ کے اس قاری کا نام جسے رسالہ بھیجا جائے نوائے صوفیہ میں شائع کیا جائے گا۔

(ادارہ)

وادی شیگر میں اسلام کی تبلیغ

سید نواز حسین شگری ایم۔اے، بی۔ایڈ فاضل علوم عربیہ

وادی شگر بلتستان کی خوبصورت ترین وادیوں میں سے ہے۔ محققین کے مطابق ابتدا میں وسط ایشیاء سے لوگ آکر یہاں آباد ہوئے۔ ان میں سے کچھ کوہستان اور قراقرم سے گزر کر براستہ برالدو یہاں وارد ہوئے۔ ان لوگوں نے دریائے برالدو اور باشہ کے درمیانی مثلث کے اندر آبادی شروع کی۔ ترقی کرتے کرتے یہ جگہ شگر کا صدر مقام بن گئی اور اسے غوروچو کا نام دیا گیا جو اب تک رائج ہے۔ یہ جگہ اس وقت غیر آباد ہے اور یہاں آبادی کا کوئی نشان باقی نہیں ہے البتہ اس کے بانیوں کی یادگار پتھر کی ایک بہت بڑی ہانڈی دریا کے لائے ہوئے گول پتھروں کے درمیان پڑی ہوئی موجود ہے جس کا قطر تین گز کے قریب اور وزن تقریباً آٹھ من ہے۔ اس ہانڈی کو نہایت خوبصورتی سے تیار کیا گیا ہے اور اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ نیز شاہی پولو گراونڈ بھی موجود ہے اور ماضی کی تاریخ بیان کر رہا ہے۔

تستے چو کے زمانے تک موضع تھونل کی آبادی نالہ برالدو کے اندر ترقی کر گئی تھی اور نالہ باشہ گو نما غنڈو (گلاب پور) تک آباد ہو گیا تھا۔ اسی راجہ کے زمانے میں وادی شگر میں نیچے (موجودہ شگر خاص) کی طرف آبادی کا آغاز ہوا۔ ایک شخص اپی سو نامی نے جس کی اولاد آج بھی سکردو نیورنگا میں آباد ہے لم سہ کو آباد کیا۔ اپی سو وادی شگر کے زیریں حصہ پر قابض رہا اور کیا کھانگ کی اولاد بالائی حصہ بشمول نالہ برالدو اور باشہ پر حکمران رہی۔ غوروچو اس خاندان کا دارالحکومت تھا۔ اس وقت کے لوگ بدھ مت کے پیروکار تھے اور بہت آسودہ حال تھے۔ اس آسودگی نے انہیں عیش و عشرت کا عادی بنا دیا تھا۔ غوروچو کے مقام پر شاہی گراونڈ میں بہت بڑا میلہ ہوا کرتا تھا۔ شگر اور گرد و نواح سے لوگ اس میلے میں شریک ہوتے تھے۔ ناچ ورنگ، شراب وکباب کی محفلیں آراستہ ہوتی تھیں۔ ۱۳۸۱ء میں ایسا اتفاق ہوا کہ لوگ حسب دستور میلے میں مشغول تھے کہ محسن بلتستان و کشمیر علی ثانی شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا اور آپ نے اہل قریہ کو دعوت الی الحق دی۔ کہتے ہیں کہ لوگ شراب کے نشے میں مست تھے کسی نے ان کی طرف توجہ نہ دی یہاں تک کہ اس مرد عارف کو شب باشی کے لئے جگہ بھی نہ دی۔ آخرکار ایک نیک دل بڑھیا نے جس کے پاس صرف ایک کمرہ تھا قطب الاقطاب علیہ الرحمہ کو اپنی کٹیا کی چھت پر استراحت کی اجازت دی اور ایک روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ علی ثانی نے آدھی روٹی تناول فرمائی اور آدھی روٹی بڑھیا کو واپس فرماتے ہوا حکم دیا کہ اس قریہ سے بھاگ نکلو اور جہاں روٹی ختم ہو وہیں سے مڑ کر دیکھو۔ بڑھیا بھاگی اور جہاں روٹی ختم کی وہیں سے مڑ کر یہ منظر دیکھا کہ غوروچو سیلاب کی زد میں ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حسین شہر غرق ہو گیا۔ بڑھیا ایک پہاڑی پر پہنچی اور پریشانی کے عالم میں وہاں توقف کیا اس جگہ کو منگو (پریشانی کی جگہ) کہا جاتا ہے۔ منگو غوروچو کے عقب میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی بڑھیا کی اولاد نے بعد میں منگو کو اباد کیا جبکہ غوروچو اس ترقی یافتہ دور میں بھی غیر آباد ہے یہ ایک زبانی روایت ہے جو سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

بہرحال یہ حقیقت مسلم ہے کہ شگر میں تبلیغ اسلام کا سہرا شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے۔ ترکستان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں تقریباً ڈیڑھ برس کا عرصہ گزار کر آپ اس مرتبہ کوہ منتغ کو پار کرتے ہوئے ۱۳۸۳ء میں وارد شگر ہوئے چنانچہ میر نجم الدین ثاقب رقمطراز ہیں۔

ازاں بعد براہ برالدو شگر
بہ سال کہ یک ہا و ذال و دو میم

عزری تم کہ بدنام شاہ شگر
نصیب شد باسلام ز فضل کریم

جب علی ثانیؒ برالدو سے تبلیغ کرتے کرتے شگر خاص پہنچے تو موجودہ شاہی پولو گراؤنڈ میں بھی میلا لگا ہوا تھا اور لوگ پولو کے کھیل میں مشغول تھے۔ میر موصوف نے موقع غنیمت جان کر دین حق کی آواز بلند کی اور لوگوں کو راہ اسلام دکھائی۔ اہل شگر نے قبول اسلام کو کرامت دکھانے کے ساتھ مشروط کیا اور کہا کہ میدان چوگان بازی میں جو ابھری ہوئی چٹان ہے حضرت اسے ختم کر دیں تو وہ اسلام قبول کریں گے۔ حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ نے اس مطالبے کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنا عصا مبارک اس چٹان پر دے مارا۔ عصا کی ضرب پڑتے ہی چٹان زمین میں دھنسنے لگی۔ تاآنکہ زمین ہموار ہو گئی۔ اس کرامت سے متاثر ہو کر راجہ اور رعایا دونوں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور راجہ نے اپنا نام بفرمائش شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ غازی میر رکھا۔ یوں یہاں بدعت کا مکمل خاتمہ ہوا اور ہر سو صدائے توحید گونجنے لگی۔ میر موصوف نے مسجد چھ برونجی اور مسجد امبوڑک کی تعمیر فرمائی اور اہل شگر کو ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی ہدایت فرما کر شگر سے تشریف لے گئے۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ ۸۵۰ھ بمطابق ۱۴۴۶ء میں ایران سے بلتستان تشریف لائے آپ نے شاہ ہمدان کی تعلیمات کا پرچار کیا۔ اہل شگر نے آپ کو خوش آمدید کہا اور نہایت احترام کے ساتھ پیش آئے اور سب میر موصوفؒ کے مرید ہو گئے یوں آپ نے علاقے میں اسلام کو مستحکم کیا۔

بلتستان میں اسلام کے تیسرے مبلغ میر شمس الدین عراقی بت شکن تھے۔ آپ حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ پسر و خلیفہ سید محمد نور بخشؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے تعلیمات سید محمد نور بخشؒ کا اعادہ فرمایا۔ حضرت میر نجم الدین ثاقبؒ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بعہد حکومت مقپون بوخا
ز ہجرت دو نا یک الف عین و میم

بہ تبت رسید میر شمس العراق
بے کرد تعلیم و تبلیغ عظیم

حضرت بت شکنؒ نے ۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء وارد بلتستان ہو کر دعوت الی الحق دی۔ آپ کے ساتھ پچاس ساٹھ صوفی تھے جو ہمہ وقت چلہ کشی، ذکر، فکر اور عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے میر شمس الدین عراقی نے بت توڑ ڈالے۔ بت خانوں کو مساجد میں تبدیل کیا۔ اسی لئے آپ بت شکن کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جب آپ وارد بلتستان ہوئے تو سکردو میں بوخا، شگر میں عبداللہ خان، خپلو میں بہرام خان اور پوریگ میں جیب چو کی حکومت تھی۔ یہ سب میر موصوف کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اہل شگر جلد ہی آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہو گئے۔

میر شمس الدین کے نور نظر میر دانیال شہید نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا۔ ۹۵۲ھ بمطابق ۱۵۴۵ء میں مرزا حیدر نے نوربخشیوں کا قتل عام کیا۔ اس وقت آپ سکردو میں رشد و ہدایت میں مشغول تھے۔ مرزا نے آپ کو بلایا اور کچھ عرصہ قید میں رکھ کر شہید کر دیا۔ میر دانیال شہید نے بھی اہل شگر کی دینی تربیت میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔

بعدازاں ۱۰۱۲ھ بمطابق ۱۶۰۳ء میں طوسی برادران (سید علی طوسیؒ اور شاہ ناصر طوسیؒ) وارد بلتستان ہوئے۔ طوسی برادران نے سید العارفین حضرت سید محمد نور بخشؒ ہی کے مسلک کی تلقین کی۔ انہوں نے علاقہ تھگس میں ایک مسجد بنائی اور دونوں بھائی کچھ عرصہ کے لئے اسی مسجد میں معتکف ہوئے۔ بعدازاں یہ دونوں بلتستان کے مختلف مقامات پر اسلام کی تبلیغ کرتے اور مساجد کی تعمیر کرتے ہوئے وارد شگر ہوئے۔ شگر میں بھی انہوں نے بہت سی مساجد تعمیر کیں اور لوگوں کے دلوں میں اسلام اور ایمان کو راسخ کرنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ سید ناصر نے داسو شگر اور تسر شگر کے مابین پہاڑ کو عبادت الٰہی کے لئے پسند کیا۔ آپ کا چلہ خانہ اسی پہاڑ پر موجود ہے چلہ خانہ کے ساتھ ایک قدرتی چشمہ موجود ہے جس سے آپ وضو فرماتے تھے۔ لوگ اس وقت بھی دور دور سے سفر کر کے یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں۔ تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ شاہ ناصر نے یہاں سے کس علاقے کا رخ کیا تھا تاہم اس علاقہ کے بزرگوں کا خیال ہے کہ آپ اسی مقام پر عبادت میں اس قدر

مشغول ہو گئے اور بالآخر رجال الغیب میں شامل ہو گئے۔ سید علی طوسی تبلیغ کرتے کرتے سکردو پہنچے جہاں آپ کا روضہ آج بھی زیارت گاہ عام ہے۔

۱۶۱۵ء اور ۱۶۹۵ء کے دوران کشمیر سے دو بھائی میر عارف اور میر ابو سعید وارد شیلو ہوئے میر عارف نے تھگس میں اور میر ابو سعید نے کریس میں سکونت اختیار کی۔ یہ دونوں بزرگ کشمیر میں سلسلہ نوربخشیہ کے سرکردہ عالم اور پیشوائے طریقت تھے۔ میر عارفؒ کا مزار مقدس اب بھی خانقاہ معلیٰ تھگس کے پہلو میں موجود ہے۔ میر ابو سعیدؒ سلسلہ نوربخشیہ کے مرشد تھے۔ آپ کے دو بیٹے حضرت میر یحییٰ معصوم راہنما اور میر مختار اخیار شگر چلے گئے اور وہاں سے تبلیغ و ارشاد میں سرگرم عمل رہے۔ یہ راجہ اعظم خان کا عہد تھا۔ راجہ نے سید برادران کا بے حد احترام کیا۔ راجہ ہر روز ان بزرگوں کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جلد ہی تمام روسائے شگر اور عوام کی کثیر تعداد بھی ان کے پاس جمع ہونے لگی۔ چند دنوں میں ہی ان کی محفل کو اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ راجہ کا اپنا دربار سرد پڑ گیا یوں وزرائے شگر سید برادران سے متعلق راجہ کے دل میں حسد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے راجہ میر برادران کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر قتل کا منصوبہ تیار ہو رہا تھا ادھر راجہ کا دربان جو سید برادران کا معتقد تھا راتوں رات ان کی خدمت میں پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا۔ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر وہ شگر خاص کو چھوڑ کر چھورکاہ چلے گئے اور محلہ مو چھنمو میں اقامت اختیار کی اور اس بات کی اطلاع اپنے مریدوں کو دے دی۔ چند دنوں میں چھورکاہ سے برالدو تک اور نیالی شریف سے باشہ تک اہل شگر ان سیدوں کے مرید ہو گئے اور محلہ مو چھنمو میں لب دریا ایک محل تعمیر کیا جو وضع قطع میں راجہ کے محل سے کم نہ تھا۔ یہ محل ایسا مضبوط تھا کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ یوں یہ دونوں بھائی قتل ہونے سے بچ گئے۔ لیکن راجہ نے محلہ مو چھنمو پر چڑھائی کا پکا ارادہ کر لیا۔ مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی نے سید عباس ساکن چھورکاہ کے حوالے سے میر یحییٰ کو مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کی ہے کہ میر یحییٰ نے راجہ کی طرف سے انعام و اکرام کے لالچ میں آ کر میر مختار کو راجہ کے حوالے کرنے کی کوشش کی۔ سید عباس مرحوم نے شگر کے اہل تصوف کو منتشر کرنے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا تھا۔ میر یحییٰ اور سلف صالحین سے لوگوں کو بیزار کرنے میں کامیاب ہوئے اور اہل تصوف شگر میں کمزور پڑ گئے۔

حقیقت یوں ہے کہ میر مختار علیہ الرحمۃ نہایت شیریں کلام واعظ اور مبلغ تھے اس لئے راجہ کو سب سے زیادہ خطرہ میر مختار کی طرف سے لاحق تھا۔ جبکہ میر یحییٰ خاموش طبع باکرامت ولی تھے۔ سید برادران شب جمعہ عبادت الٰہی اور وظیفہ خوانی میں اس قدر مشغول ہوئے کہ انہیں دنیا کی خبر نہ تھی۔ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر راجہ کی فوج نے محل پر حملہ کر دیا۔ میر مختار عقبی دروازے سے نکل کر کریس فرار ہو گئے اور میر یحییٰ روپوش ہو گئے۔ راجہ کی فوج اسباب و جائیداد کی لوٹ مار میں مصروف ہو گئی۔ میر مختار کی بیوی (بیرور گیالمو) اور دونوں بیٹوں (سید عبداللہ اور سید باقر) کو قیدی بنایا گیا اور بیٹوں کو راجہ کے محل لے جاتے ہوئے راستے میں ہی شہید کر دیا۔ ان کے مقبرے آج بھی آستانہ معصومین کے نام سے موجود ہیں۔ مال غنیمت اور بیرور گیالمو کو راجہ کے محل میں لے جایا گیا۔ محل میں ناچ گانے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ بیرور گیالمو جو اپنے بیٹوں اور شوہر کی جدائی سے نہایت بے قرار تھیں، اثنائے شام وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں اور سجدہ میں جا کر خالق حقیقی سے جا ملیں۔

جب ظلم کا غلبہ ہوا اور بزرگوں کی بددعا لگی تو راجہ قوت گویائی سے یکسر محروم ہو گیا۔ اس زبان بندی کی بیماری سے وہ بہت زچ ہوا ادھر تمام شاہی طبیب اور حکیم بھی عاجز آ گئے۔ مشیروں نے مشورہ دیا کہ میر مختار تو فرار ہو گئے ہیں جبکہ میر یحییٰ ابھی تک روپوش ہیں ان کے حق میں امان نامہ جاری کیا جائے اور اپنے گزشتہ سلوک پر اظہار ندامت کرتے ہوئے میر یحییٰ سے معافی مانگی جائے اور قوت گویائی کی بحالی کے لئے دعا کی التجا کی جائے تو فائدہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ تلاش بسیار کے بعد میر یحییٰ علیہ الرحمۃ کا سراغ پا لیا گیا اور آپ سے استدعا کی گئی کہ محل میں تشریف لے جا کر راجہ کی صحت یابی کے لئے دعا کی جائے۔ میر رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کے مصداق تھے جب میر صاحب راجہ کی محفل میں گئے تو بھائی اور بھتیجوں کی مفارقت کے غم سے نڈھال تھے اور سیل اشک آنکھوں سے جاری تھا۔ راجہ نے میر سے معافی مانگی اور وعدہ کیا

کہ آئندہ وہ میر موصوف کی تبلیغی مساعی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گا اور میر مختار کے شگر میں تبلیغ کرنے اور اقامت پذیر ہونے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ میر یحیٰؒ نے راجہ کو معاف کر دیا تو راجہ کی قوت گویائی بحال ہوئی۔ میر صاحب کے ارغون پی سر اور بی چو ولی سر کا نذرانہ پیش کیا گیا۔

میر موصوف نے لب دریا خانقاہ معلیٰ شگر ۱۱۸۷ھ میں تعمیر کی اور باقی زمین مسلمانوں کے قبرستان کے لئے وقف کر دی۔ یہ قبرستان اج بھی موجود ہے۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ میر یحیٰؒ صاحب کرامت ولی تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس برالدو سے ایک وفد آیا۔ گھر میں خالی آتشدان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ آپ ایک تھیلا ہاتھ میں لے کر باہر گئے اور بونپہ بیانا نامی جگہ سے اس تھیلے کو ریت سے بھر لیا اور دو دریائی پتھر بھی اس میں رکھ دیئے گھر آکر تھیلہ اہلیہ کے حوالے کیا۔ دیکھا تو تھیلے میں ریت اور پتھر کی بجائے آٹا اور مکھن موجود تھا جن سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

اسی طرح آپ رشد وہدایت کے سلسلے میں چھوتردن شگر پہنچے تو وہاں ایک خوبصورت پتھر کو دیکھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کاش یہ پتھر میری خانقاہ میں لگے چنار کے درخت کے نیچے ہوتا۔ اگلی صبح آپ تبلیغی دورے سے واپس آئے اور خانقاہ معلیٰ میں نماز پڑھنے آئے تو وہی پتھر چنار کے پاس موجود تھا۔ اس پتھر کا وزن تقریباً پندرہ من ہے۔

میر یحیٰؒ نے شگر بھر میں سات خانقاہیں بنوائیں جو شگر خاص، سرفہ چھورکاہ، سو گولدو، حشوپی، الچوڑی، وزیر پور اور گلاب پور میں موجود ہیں اور سب کا طرز تعمیر یکساں ہے ان میں چلہ خانے بھی موجود ہیں۔ ان کے علاوہ تستے تا سلدی چودہ مساجد بھی تعمیر کرائی تھیں جن میں سے بیشتر آج بھی اچھی حالت میں موجود ہیں۔

میر یحیٰؒ نے اپنی زندگی شگر میں فروغ اسلام وتصوف کے لئے وقف کر دی تھی آپ کا وصال شگر میں ہوا اور خانقاہ شگر خاص کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ خانقاہ شگر خاص کے میر واعظ سید محمد عراقی، خانقاہ حشوپی کے سید علی، خانقاہ الچوڑی کے سید علی اکبر شاہ، خانقاہ وزیر پور کے الحاج سید ابراہیم، اور خانقاہ گلاب پور کے الحاج سید حسن سید میر یحیٰؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان سات خانقاہوں کے علاوہ شگر میں رگوم پی، نیالی، بوندو، پیندو، چنذوپی اور سلائی میں اہل تصوف نماز جمعہ اور جماعت ادا کرتے ہیں۔

میر یحیٰؒ علیہ الرحمہ کے بعد گلشن تصوف کی آبیاری کے جو ہستی کمربستہ ہوئی وہ حضرت میر نجم الدین ثاقب بن میر مختار اخیار علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے اہل شگر کے حوصلے بلند کئے۔ آپ نہایت شیریں کلام مقرر، نفیس خوش نویس، ادیب اور شاعر تھے آپ کا روضہ مبارک غضواپا شگر میں موجود ہے۔ میر نجم الدین ثاقب کے بعد شگر میں تصوف روبہ زوال ہوا چنانچہ آپ کے بعد کوئی قابل ذکر اور نمایاں عالم دین نظر نہیں آتا تاآنکہ سید علی کریسی نے آکر شگر میں تصوف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور سوائے سید مہدی جان کے کسی اور نے سید علی کریسی کا مقابلہ نہ کیا۔ سید مہدی جان کے بعد سید علی نیالی اور سید مرتضیٰ مرحوم الچوڑی کی شخصیات قابل ذکر ہیں۔ عصر حاضر میں اللہ کے فضل و کرم سے شگر میں اہل تصوف کے متعدد ممتاز علمائے کرام موجود ہیں ان میں مولانا خادم حسین پندوی، مولانا غلام رسول براہ، سید علی حشوپی، سید حسن شاہ، سید محمد عراقی، مولانا محسن علی حشوپی، سید اکبر علی شاہ الچوڑی، پیر زادہ سید الیاس علی شاہ نیالی، مولانا غلام محمد پیندو، الحاج سید ابراہیم، سید محمد طہ، سید یعقوب علی شاہ برادران، مولانا عبدالرحمان چنذوپی، مناظر تصوف علامہ محمد اسماعیل خرابر، مولانا مفتی علی محمد ہادی گلاب پوری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ سید محمد عراقی علاقہ شگر کے پیر اور مفتی علی محمد ہادی شگر کے مفتی ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے شگر کے تمام علمائے تصوف میں مکمل ہم آہنگی موجود ہے۔

بقیہ۔ واقعہ کربلا

گئے اور کسی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر ملعون شمر خنجر بکف نکلا اور حالت سجدہ میں حسین کا سر تن سے جدا کر کے شقاوت ابدی کا کالک اپنے چہرے پر مل لیا جب کہ حسین کے خشک لبوں پر سبحان ربی الاعلیٰ کے الفاظ مچل رہے تھے۔ امام حسین کا سر مطہر تن سے جدا کیا جا چکا ہے لشکر یزید میں فتح کے شادیانے بج رہے ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ آج حسین ابن علی کو ابدی فتح حاصل ہو چکی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کا خانوادہ خود تو شہید ہو گئے مگر اسلام کو حیات جاودانی عطا کر گئے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

علامہ سلطان علی بلغاری

محمود احمد مفکر بلغاری

علامہ سلطان علی کے معاصرین

ملا پشاوری کے شاگردوں میں علامہ سلطان، حضرت جوہر، شاہ عباس، راجہ حاتم خان یبگو اور بوا قربان علی بلتستان کے مشاہیر علماء، ادباء اور شعراء میں سے تھے۔ بزرگوں کا کے قول کے مطابق ان میں سے حضرت جوہر، شاہ عباس اور راجہ حاتم خان یبگو اہل تشیع کے عقائد رکھتے تھے اور قربان علی طورتک نے اہل حدیث کا مذہب اختیار کیا تھا۔ ان کے برادر زادہ حاجی عبدالکریم متوفی ۱۹۹۳ء کی روایت کے مطابق بوا قربان ۱۹۶۵ء تک زندہ تھے اور وفات کے وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال سے بھی متجاوز تھی۔ جبکہ ہمارے ممدوح علامہ سلطان علی بن ملا قاسم علوی (متوفی ۱۲۹۰ء) صوفیہ نوربخشیہ کے عقائد رکھتے تھے۔ اس کی تفصیل گزشتہ مضمون میں آچکی ہے۔ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق شگر کے شاہ عباس سکردو کے نامور عالم بوا غلام کے پاس بھی علامہ سلطان کے رفیق درس رہ چکے تھے گویا ان دونوں نے ملا پشاوری کے پاس قند مکرر کا لطف پایا۔ یاد رہے کہ شاہ عباس مرحوم نوربخشیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت میر نجم الدین ثاقب متوفی ۱۱۵۴ھ کی اولاد میں سے تھے۔ روایت ہے کہ علامہ سلطان علی اور شاہ عباس کے درمیان رشتہ اخلاص و محبت عمر بھر قائم رہا۔ اگرچہ راقم ابتدائے عمر سے ہی شاہ عباس مرحوم کے نام نامی سے واقف تھا تاہم ان کی عبقریت کا اندازہ ان کے کلام کے مطالعے کے بعد ہوا۔ بلاشبہ وہ اپنے عہد کے قادر الکلام شاعر تھے۔ امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب سے متعلق اپنے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں۔

نی خوجں ژھیو چوق خدا رن می عمل رنگ رنگ بیاسید
بیانہ کھوے ستود کھا قرآنی گوانہ ہرژا ژھنگ ژھنگ بیاسید

علامہ سلطان علی کے ایک ہم سبق مشہور رزمیہ شاعر حضرت جوہر علی جوہر تھے۔ تاریخ ادبیات بلتستان کے مصنف محمد حسن حسرت کی تحقیق کے مطابق حضرت جوہر نے لازوال و لاجواب بحر طویل مذمت دنیا ۱۸۹۰ء میں اپنے سرپرست راجہ حاتم خان والی خپلو کے جواں سال بیٹے کی موت پر تصنیف کی تھی۔ حسرت صاحب نے حضرت جوہر کو بلتستان کا فردوسی قرار دیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک بار والی خپلو راجہ حاتم خان یبگو نے اپنے آبائی محل میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب پر ایک تاریخ ساز مشاعرہ منعقد کیا جس میں بلتستان کے اس دور کے ممتاز شعراء حضرت سلطان علی سلطان، حضرت شاہ عباس، حضرت جوہر علی جوہر اور ابن عباس سید منصور بھی شریک ہوئے اور شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شان میں اپنے اپنے مناقب پیش کئے۔ چونکہ راجہ حاتم خان خود بلند پایہ شاعر تھے اس لئے انہوں نے اپنی تنقیدی صلاحیتوں کا ثبوت دیتے ہوئے ہمارے ممدوح علامہ سلطان علی کے قصیدہ "علی شیر خدا شمع ہدایت" کو بہترین قرار دیا اور علامہ موصوف کو اپنے معاصرین میں ممتاز و منفرد مقام کا مستحق قرار دیتے ہوئے بطور انعام بلغار تھنہ میں ایک بڑا احاطہ عنایت فرمایا جس سے علامہ مرحوم کا گھرانہ اب تک مستفید ہو رہا ہے۔

(جاری ہے)

آپ کے مسائل کا حل

ہیئت وجودی۔ اس اعتبار سے بھی دونوں یکساں ہیں۔ نماز جمعہ بھی دو رکعتوں پر مشتمل ہے اور نماز عیدین بھی دو رکعتوں پر مشتمل ہے۔

ہیئت صوری۔ اس اعتبار سے دونوں میں قدرے تفاوت ہے۔ چنانچہ نماز عیدین میں مزید تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اور نماز جمعہ میں مزید کوئی تکبیر نہیں۔

ہیئت وقتی۔ اس اعتبار سے بھی دونوں میں تفاوت ہے۔ نماز جمعہ کا وقت عین نماز ظہر کا وقت ہے جب کہ عیدین کی نماز زوال سے پہلے پہلے ہی پڑھی جاتی ہے۔ گویا نماز اشراق کے وقت سے لے کر زوال سے قبل تک کا عرصہ نماز عیدین پڑھنے کا وقت ٹھہرتا ہے۔

اہمیت علم قرآن کی رو سے

محمد اسماعیل شیلو

روئے زمین پر قیام امن و آشتی اور تحفظ و ترویج شریعت کے سلسلے میں جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک خلیفہ مقرر کرنے کا عزم کیا تو فرشتے معترض ہوئے اور کہا کہ خداوندا تو ایسے خلیفہ ارض بنائے گا جو زمین پر خونریزی اور فساد پیدا کرے گا جبکہ ہم آپ کی حمد اور تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو جواب ملا "جو میں جانتا ہوں اس کا تم علم نہیں رکھتے" فرشتے شاید یہ امید رکھتے کہ معصوم و بزرگ نوری مخلوق ہونے کے بسبب وہی خلافت و نیابت الٰہی کے حق دار ٹھہریں گے مگر حق تعالیٰ کے حضور اس موقع پر ان کی آزمائش عبادت سے نہیں بلکہ علم سے کی گئی۔ چنانچہ خالق حقیقی نے ان کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا "کہ بتاؤ تم مجھ کو نام ان (چیزوں) کے اگر تم سچے ہو" اس پر سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا "تیری ذات پاک ہے ہم کو علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے سکھایا ہم کو۔ تحقیق تو جاننے والا اور حکمت والا ہے۔" جب ملائکہ نے اس امتحان علمی میں اپنی ناکامی کا اعتراف کیا تو ارشاد خداوندی ہوا "اے آدم اب تم ان (چیزوں) کے نام بتادو جو ہم نے سکھائے تم کو اور جو (اس سے) قبل تم نہیں جانتے تھے" پس آدم علیہ السلام نے ان ناموں کی خبر دی۔ یہ علم اسما تھا جو فضیلت انسان کا سبب ٹھہرا کچھ مفسرین کے مطابق یہ پنجتن پاک کے اسمائے گرامی تھے اور جناب آدم کا جواب یوں تھا الٰہی انت المحمود و ھذا محمدا، و الٰہی انت الاعلی و ھذا علیا، و الٰہی انت فاطر السموات و الارض و ھذا فاطمہ او الٰہی انت المحسن و ھذا الحسن او الٰہی انت القدیم الاحسان و ھذا الحسین ا

اس قرآنی قصے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تخلیق آدم کی غرض و غایت خلافت و نیابت الٰہی کے لئے تھی اور اس خلافت و نیابت کی شرط اولیں کمال علمی تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے "اور تحقیق وہ صاحب علم تھا اور ہم نے ان کو (یہ) علم عطا کیا تھا۔" اسی طرح قرآن پاک میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف بھی علم ہی کے حوالے سے کی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں کلام پاک میں ارشاد ہوا ہے "سکھایا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم۔" اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی کتاب مبین میں یہی ارشاد وارد ہوا ہے "اور علم دیا میں نے تجھ کو کتاب کا اور حکمت کا اور توریت اور انجیل۔" یہ سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تک پہنچتا ہے جن کے بارے میں کلام مجید میں فرمایا گیا ہے "اور (ہم نے) سکھایا تجھ کو (وہ علم) جو کہ تو نہیں جانتا تھا۔" حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو پہلی وحی ہی اہمیت علم پر مبنی بیان کی صورت میں نازل ہوئی اقراء باسم ربک الذی خلق۔ "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا" آگے چل کر ارشاد ہوا الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم ا۔ "وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو اس چیز کی تعلیم دی جس کا وہ کوئی علم نہیں رکھتا تھا۔"

رب تعالیٰ کا قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے "اے میرے نبی کہہ دیجئے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا اور اس شخص کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کل کا علم ہے" کتاب اور علم کی یہ وراثت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوئی چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔ علم کے باعث شرف و امتیاز ہونے کی قرآنی دلیل کے موافق مولائے متقیان ہی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علمی، روحانی اور باطنی خلافت کے اصل حق دار ٹھہرے۔ یہی سبب ہے کہ تصوف کے جملہ سلاسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک جا پہنچتے ہیں اور اسی باعث آپ کو امام الاولیاء بھی کہا جاتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

سوال ۔ ایک شخص نماز کی اجتماعی بجاآوری کے دوران امام کی دوسری رکعت میں شامل ہوسکا تو وہ کیا کرے گا؟
سائل جان محمد سرمیکی فشریز آفس سکردو

جواب نمبر ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ سوال مذکور

بہت سے احباب کی طرف سے بار بار بھیجا جاتا رہا ہے ۔ اس دفعہ ہم سوال مذکور کے بارے میں قدرے تفصیلی بات قارئین کے گوش گزار اور نذر بصارت وبصیرت کر رہے ہیں ۔ خوب یاد رکھئے کہ یہاں پر شامل ہونے والا اپنی پہلی رکعت کی بجاآوری مقتدی بننے کی صورت میں نہیں کر سکا ہے ۔ وہ امام کی دوسری رکعت سے امام کا ماموم بن سکا ہے ۔ ایسے آدمی کی دو حیثیتیں سامنے آتی ہیں ۔

۱۔ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت میں وہ امام کا مقتدی بنے گا۔
۲۔ پہلی رکعت کی آخر میں بجاآوری پر وہ منفرد بنے گا۔

یہاں پر شامل ہونے والے کی نماز بھی از روئے ثواب دو حصوں میں بٹ جائے گی ۔ دوسری تیسری اور چوتھی رکعت کی اجتماعی ادائیگی کی وجہ سے ان کا ثواب جماعت والا ملے گا۔ پہلی رکعت کی بجاآوری آخر میں انفرادی طور پر کی جانے کی وجہ سے اس کا ثواب منفرد والا ملے گا۔

چنانچہ دوسری رکعت میں شامل ہونے والا شخص ہو بہو امام کی پیروی کرے گا ۔ امام کے ساتھ تشہد پڑھے گا ۔ تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی میں بھی ٹھیک امام کی پیروی کرے گا۔ چوتھی رکعت مکمل کر کے امام جب سلام پھیر دے گا تو یہ شخص کھڑا ہوجائے گا اور اپنی پہلی رکعت کو جو اجتماعی طور پر بجالانے سے رہ گئی تھی اس کی بجاآوری کرے گا یعنی وہ سورہ فاتحہ اور ایک سورت پڑھے گا پھر تشہد پڑھے بغیر سلام پھیر دے گا ۔ کیونکہ دو تشہد پہلے ہی پورے ہو چکے ہیں ۔ اس بارے میں ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ شامل ہونے والا شخص امام کا سو فیصد پیروی کرے گا وہ امام کی دوسری رکعت میں شامل ہو کر اپنی پہلی رکعت کی بجاآوری نہیں کرے گا ۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ حقیقی معنوں میں امام کا مقتدی نہیں بن سکے گا ۔ وہ امام کی دوسری رکعت کو اپنے پہلی رکعت قرار دے گا اور امام کی تیسری رکعت کو اپنی دوسری رکعت قرار دے کر امام کے ساتھ تشہد پڑھنے لگے گا اور امام کی چوتھی رکعت کو اپنی تیسری رکعت سمجھنے کے باوجود بیٹھے بیٹھے تشہد پڑھے گا ۔ اس طرح سے اس کی ہر ایک رکعت میں تشہد لازم آئے گا ۔ یہ درست نہیں ہے ۔ خوب آگاہ رہے کہ شریعت مطہرہ کی رو سے حالت کے بدلنے سے حکم بھی بدلتا ہے ۔ یہاں پر اگر وہ پہلی رکعت میں شامل ہو جاتا تو اس قسم کے چکر کی ضرورت ہی نہ پیش آتی ۔ مگر وہ جب دیر سے پہنچا اور امام کی دوسری رکعت کو پاسکا تو اس کی اس حالت کی وجہ سے حکم بھی بدل گیا لہذا خود نمازی کا بھی معنوی بٹوارہ ہوگیا اور نماز کا بھی بٹوارہ سامنے آیا۔

ترتیب متاثر نہیں ہوگی

یہاں پر یہ اشکال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ نماز کی ہیئت کذائی باقی نہیں رہی اور نماز الٹی لٹکادی گئی ۔ یہ اشکال نہایت کمزور ہے ۔ یہاں پر دیر سے آنے والے شخص کی حالت کی وجہ سے نماز کی بجاآوری کی ہیئت میں فرق آگیا ہے ۔ وہ اپنی حالت کے مطابق امام کا مکمل مقتدی بن کر نماز کے بڑے حصے کو ٹھیک ٹھیک بجالانے والا ٹھہرتا ہے ۔ چونکہ نماز کا پہلا حصہ یعنی پہلی رکعت کی ادائیگی امام کا مقتدی بن کر وہ نہ کر سکا تھا وہ حصہ وہ خود انفرادی طور بعد میں بجالانے والا ٹھہرا ۔ یہ ایک حد تک قضائے جزو بھی ہے ۔ جس طرح پوری نماز فوت ہو جائے تو بعد میں اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے اسی طرح سے یہاں پر جزو فوت ہونے پر اس جزو کی بجاآوری بھی بعد میں کی جاتی ہے ۔ یہاں پر جماعت کا ثواب پہلی رکعت میں فوت ہوا ہے ۔ گویا نماز کی رکعتوں کی تعداد پوری ہو جاتی ہے اور ادائیگی کی نوعیت مختلف ہو جاتی ہے ۔ اس سے نماز کا تہ وبالا ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

ایک کمزور گمان

رسالہ امامیہ کے بعض مطبوعہ نسخوں میں مقتدی کی قسمیں بیان کی گئی ہیں اور سوال مذکور کا جواب جو ہم نے نذر قارئین کیا ہے وہی طریقہ وہاں پر بھی بیان کیا گیا ہے۔ شائع کرنے والے نے اس طریقے کو کتاب "مالا بد منہ" کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس حوالے کی وجہ سے بعض حضرات کو یہ گمان کرنے کا موقع ملا کہ یہ طریقہ اہل صوفیہ نوربخشیہ کا نہیں۔ یہ گمان بہت کمزور ہے کیونکہ جو طریقہ سوال مذکور کے جواب میں ہم نے بیان کیا ہے وہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ سراج الاسلام کے ایک مطبوعہ نسخے میں مقتدی کی قسمیں کتاب تقویۃ الایمان میں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان قرار دے کر بیان کی ہیں۔ خوب آگاہ رہے کہ کتاب "مالا بد منہ" کا مصنف قاضی ثناء اللہ پانی پتی گیارھویں صدی کے آدمی ہیں جب کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ آٹھویں صدی کے بزرگ ہیں۔ چنانچہ معمولی سمجھ بوجھ کا حامل فرد بھی یہ یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا کہ شاہ ہمدان نے جو آٹھویں صدی کے آدمی ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی جو گیارھویں صدی کے آدمی ہیں کے نظریات سے استفادہ کیا ہو۔ ہاں یہ بات بالکل قرین قیاس اور قابل یقین ہے کہ گیارھویں صدی کے آدمی نے آٹھویں صدی کے آدمی کے نظریات سے استفادہ کیا ہو۔ شاہ ہمدانؒ نے مقتدی کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ پہلی رکعت کا کم از کم رکوع امام کے ساتھ کوئی پالے اس کو لاحق کا نام دیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری رکعت کا کم از کم رکوع امام کے ساتھ کوئی پالے اس کو ملحوق کا نام دیا گیا ہے۔

۳۔ تیسری رکعت کا کم از کم رکوع امام کے ساتھ کوئی پالے اس کو سابق کا نام دیا گیا ہے۔

۴۔ چوتھی رکعت کا کم از کم رکوع امام کے ساتھ کوئی پالے اس کو مسبوق کا نام دیا گیا۔

آگاہ رہے کہ حقیقتاً ہر ایک قسم مسبوق ہی ہے۔ پہلی قسم مسبوق نمبر ۱ ہے۔ دوسری قسم مسبوق نمبر ۲ ہے۔ تیسری قسم مسبوق نمبر ۳ ہے اور چوتھی قسم مسبوق نمبر ۴ ہے۔

وجدان کیسے ہو؟

چار رکعتوں والی نماز میں چاروں قسمیں متحقق ہو سکتی ہیں۔
تین رکعتوں والی نماز میں صرف تین قسمیں متحقق ہو سکتی ہیں۔
دو رکعتوں والی نماز میں صرف دو قسمیں متحقق ہو سکتی ہیں۔

ہمارا مدعا

ہم اس بارے میں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ہماری معنوی حیثیت شاہ ہمدانؒ کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے۔ یہاں پر اگر کوئی صاحب شاہ ہمدانؒ کی رائے کو یکسر نظر انداز کر کے اپنی کسی ذاتی رائے کو ترجیح دے تو یہ افسوس ناک بات ہو گی۔

نوٹ ۔ قارئین نوائے صوفیہ کی دلچسپی کے لئے ہم اس موقع پر ایک اور مضمون بھی پیش کر رہے ہیں جو ممتاز عالم دین اور محقق جناب غلام حسن صاحب فاضل عربی، ایم۔اے نے مذکورہ بالا مسئلے پر "سابق و مسبوق کا مسئلہ" کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ دیگر علمائے کرام بھی قارئین کی دلچسپی کے ایسے موضوعات پر روشنی ڈالنا پسند فرمائیں تو یہ ایک اہم دینی خدمت متصور ہو گی۔

(ادارہ)

جواب نمبر بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نماز جمعہ اور نماز عیدین کے مابین پائے جانے والے فرق کی صورتیں یہ ہیں۔

۱ ۔ ہیئت معنوی ۔ اس اعتبار سے دونوں یکساں ہیں ۔ نماز جمعہ بھی واجب ہے اور نماز عیدین بھی واجب۔

۲ ۔ ہیئت ادائیگی ۔ اس اعتبار سے دونوں میں قدرے تفاوت ہے ۔ نماز جمعہ صرف اور صرف باجماعت ہی ادا کی جا سکتی ہے انفرادی طور پر اس کی ادائیگی جائز نہیں ہے بلکہ جو نماز جمعہ کو نہ پا سکے وہ نماز ظہر ادا کرے گا۔ نماز عیدین انفرادی طور پر بھی ادا کی جا سکتی ہے چنانچہ جو شخص نماز عیدین کی اجتماعی ادائیگی سے رہ جائے وہ انفرادی طور پر بھی نماز عیدین پڑھ سکے گا۔

باقی صفحہ نمبر [illegible] پر

دنیائے تصوف کی خبریں

جی ۔ ایچ ۔ معروفی

پاکستان ٹیلی ویژن پر بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کا انٹرویو اور ماہنامہ نوائے صوفیہ کا عالمگیر تعارف

مورخہ ۵ مئی ۱۹۹۷ء کو پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد نے اپنی صبح کی نشریات میں بانی و چیف ایڈیٹر ماہنامہ نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کا تفصیلی انٹرویو نشر کیا۔ ڈاکٹر صاحب سے پروگرام "سویرے سویرے" کے میزبان سید طلعت حسین صاحب نے انٹرویو لیا۔ اس موقع پر پاکستانی کرکٹ کے معروف کمنٹیٹر چشتی مجاہد صاحب بھی موجود تھے۔ اس انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمی اور ادبی کاوشوں کے علاوہ ماہنامہ نوائے صوفیہ کی غرض و غایت، کتاب منشور ملک عشق کی اہمیت اور پس منظر، علاقہ بلتستان کی تعلیمی صورت حال اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور اس کے بانیوں جناب شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی حیات و تعلیمات کے بارے میں تفصیل سے اظہار خیال کیا۔

اس سوال کے جواب میں کہ آپ کو شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کی ذات سے خصوصی عقیدت کیوں ہے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی عقیدت کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے کہ شاہ صاحب موصوف اہل بلتستان کے سب سے بڑے محسن ہیں شاہ ہمدان علیہ الرحمہ آج سے سات سو برس قبل سات سو سادات کرام کے ساتھ کشمیر سے بغرض تبلیغ کشمیر اور بلتستان تشریف لائے۔ آپ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں سینتیس ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ خصوصاً بلتستان میں جہاں سو فیصد لوگ بدھ مت کے پیروکار تھے شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کی تبلیغ کے نتیجے میں اسلام کی روشنی اس قدر عام ہوئی کہ آج یہاں کی سو فیصد آبادی مسلمان ہے اور شاہ صاحب کی تعلیمات کا یہ بھی یہ اثر ہے کہ آج اس علاقے کے عوام فرقہ ورانہ تعصبات سے بالکل بالاتر ہیں اور اتحاد بین المسلمین کے قائل ہیں۔ علاقہ بلتستان میں شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کے بے شمار آثار اور تبرکات آج بھی موجود ہیں جن میں خپلو کی عظیم تاریخی خانقاہ چق چن اور شگر کی وہ مساجد جن کی تعمیر امیر کبیر علیہ الرحمہ نے خود اپنے دست مبارک سے فرمائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ تبرکات امتداد زمانہ کے ہاتھوں شکست و ریخت کا شکار ہیں اور اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان کے تحفظ کا بندوبست ہو۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کا مزید تعارف پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شاہ ہمدان علیہ الرحمہ وہ عظیم ہستی ہیں جنہیں حکیم الامت علامہ سر محمد اقبال نے بھی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "جاوید نامہ" میں شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت آپ کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

آج جب کہ اہل کشمیر غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لئے بھارتی سامراج سے برسرپیکار ہیں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

اپنی تصنیف "منشور ملک عشق" کا تعارف کراتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ شاہ ہمدان علیہ الرحمہ کے مجموعہ غزلیات "چہل اسرار" کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب صاحب کتاب کی ایک زندہ جاوید کرامت ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی رات

میں چالیس مریدوں کے گھر دعوت پر تشریف لے گئے اور ہر مرید کو ایک غزل فی البدیہہ ارشاد فرما کر تحفے میں دی ۔ چالیس مریدوں کو عطا کردہ ان غزلوں کو جب یکجا کیا گیا تو اسے چہل اسرار کا نام دیا گیا جو عرفانی مضامین سے معمور ہیں۔

اپنے انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ نوائے صوفیہ کی غایت اشاعت اور نصب العین پر بھی روشنی ڈالی ۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں تصوف کی عظیم الشان روایات کے احیا کی جتنی ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھی ۔ اسی امنگ اور ولولے کو پروان چڑھانے کے لئے انہوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی ماہنامہ اسلام آباد سے نوائے صوفیہ کا اجرا کیا تھا ۔ تب سے اب تک اللہ کے فضل سے یہ رسالہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے نہ صرف ملک کے طول و عرض میں اس کے قارئین کی کثیر تعداد موجود ہے بلکہ بیرون ملک بھی رسالے کی مقبولیت میں بہت اضافہ ہوا ہے اور آج اپنے عمدہ علمی معیار کے باعث یہ ایک بین الاقوامی رسالہ بن چکا ہے۔

بلتستان میں اشاعت اسلام پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بلتستان میں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے خلیفہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور میر شمس الدین عراقی بت شکن علیہ الرحمہ نے اسلام کو مزید استحکام پہنچایا ان سب بزرگوں کا تعلق تصوف کے مشہور سلسلے سلسلۃ الذہب الصوفیہ سے ہے ۔ شاہ سید محمد نوربخش سلسلہ نوربخشیہ کے موسس ہیں ۔ آپ کے پیروکاروں کی کثیر تعداد آج بھی دنیا کے چپے چپے میں موجود ہے ۔ شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ کا تعلق ایران کے علاقہ قہستان سے تھا انہوں نے اتحاد بین المسلمین کی ایک عظیم الشان تحریک کی بنیاد رکھی جسے تحریک نوربخشیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ اس تحریک نے شریعت محمدیہ سے بدعتوں کا خاتمہ کر کے دین اسلام کو اس کی اصل صورت میں پیش کرنے اور اہل اسلام کے مابین اصولی اور فروعی اختلافات کو دور کر کے انہیں ایک ہی مرکز پر جمع کرنے کی سعی کی ۔ شاہ سید محمد نوربخش علیہ الرحمہ نے اس ضمن میں دو شاہکار کتابیں "الفقہ الاحوط" اور "کتاب الاعتقادیہ" کے نام سے تحریر کی ہیں جن میں بالترتیب امت مسلمہ کے مابین فروعی اور اصولی اختلافات کا خاتمہ کر کے وسعت نظری کا راستہ دکھایا گیا ہے جو اہل اسلام کے اوپر صاحب کتاب کا ایک عظیم احسان ہے۔

انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب کی علمی اور ادبی اور نجی زندگی کے بارے میں بھی سوال کئے گئے ۔ جن کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ان کا تعلق بلتستان کے پسماندہ علاقہ خپلو سے ہے ۔ انہوں نے اپنی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی اس کے باوجود میٹرک کے امتحان میں سرگودھا بورڈ میں اول آئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا ۔ اس کامیابی کے پیچھے ان کے والدین کی تربیت اور ان کے مقامی اساتذہ کی محنت کارفرما تھی ۔ انہوں نے لارنس کالج گھوڑا گلی سے انٹر کرنے کے بعد چین کا سفر اختیار کیا اور چینی زبان سیکھی ۔ پھر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی تعلیم امتیازی حیثیت سے مکمل کرنے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ادبیات میں ایم اے بھی کیا اور یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی ۔ آج کل وہ وفاقی دارالحکومت میں بحیثیت طبیب خدمات سرانجام دینے کے علاوہ علمی اور ادبی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہتے ہیں اور ان کی کئی کتابیں جلد منظر عام پر آنے والی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگرچہ خپلو اور بلتستان کے دوسرے علاقوں میں تعلیمی سہولتوں کا فقدان ہے مگر یہاں کے نوجوان ذہانت اور فطری صلاحیت سے مالا مال ہیں اگر ان نوجوانوں کو تعلیم و تربیت کی بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں تو کئی جوہر قابل ملک و قوم کا نام روشن کریں گے ۔ انہوں نے علاقہ کے طالبعلموں کو پیغام دیا کہ وہ شہروں کے چکاچوند سے متاثر نہ ہوں اور اپنے دیہاتی پس منظر کو فراموش نہ کریں ۔ بلکہ اس احساس کے ساتھ کہ ان کے والدین نے اپنے خون پسینے کی کمائی خرچ کر کے ان کو ایک مقصد کی تکمیل کے لئے شہروں میں بھیجا ہے وہ اپنا سارا وقت حصول تعلیم و تربیت میں صرف کریں

ڈاکٹر غازی صاحب سے انٹرویو کے موقع پر پروگرام "سویرے سویرے" کے میزبان سید طلعت حسین نے ماہنامہ نوائے صوفیہ کا تازہ شمارہ تمام ناظرین کو دکھایا یوں پاکستان کے علاوہ دنیا کے سینتیس ۳۷ ملکوں میں بھی نوائے صوفیہ کی تشہیر ہوئی۔

یاد رہے کہ یہ انٹرویو براہ راست نشر کیا گیا تھا جس کے دوران ملک بھر سے پی ٹی وی کے بہت سے ناظرین نے ڈاکٹر

صاحب سے مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور علاقہ شیلو کے بارے میں سوالات کئے اور ان کے جوابات سے مستفید ہوئے۔

بعد ازاں راقم الحروف سے باتیں کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنے انٹرویو کو مفید قرار دیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ احیائے تصوف اسلامی اور اتحاد بین المسلمین کے فروغ کے لئے وہ ہر حال میں اپنی مساعی جاری رکھیں گے۔

رپورٹ۔جی ایچ معروفی

ملک بھر میں عشرہ محرم مذہبی عقیدت واحترام سے منایا گیا

حسب روایت امسال بھی عشرہ محرم الحرام ملک بھر میں مذہبی عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ملک بھر کے مختلف شہروں میں مجالس عزا منعقد کی گئیں جن میں ذاکرین نے شہدائے کربلا اور اسیران اہل بیت کے ساتھ ہونے والے مظالم کا ذکر کیا۔ نواسہ رسول سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام نے آئین الٰہی کو پامال ہوتے دیکھا تو ترک وطن کرکے کربلا کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی جان کے علاوہ اہل و عیال اور جان نثار احباب کی جانوں کی بھی بے مثال قربانی پیش کرکے اسلام کو زندہ جاوید کر دیا ورنہ یزید اور اس کے حواری ملوکیت اور موروثی حکومت کے قیام کے لئے لوگوں سے بیعت لے چکے تھے۔اسلام کی جن نمایاں شخصیات نے اس رجحان کی بیخ کنی کی کوشش کی ان میں حضرت امام حسین کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔امام عالی مقام نے اسلام کی خاطر جو قربانی دی ہے وہ رہتی دنیا تک مشعل راہ بنی رہے گی۔

آستانہ عالیہ نقشبندی سیال شریف میں عرس شاہ ہمدان

چوآسیدن شاہ سے نامہ نگار کی اطلاع کے مطابق آستانہ عالیہ نقشبندی سیال شریف میں عرس شاہ ہمدان المعروف امیر کبیر سید علی ولی ہمدانی زیر سرپرستی صاحبزادہ عاشق حسین ہمدانی سجادہ نشین دربار عالیہ سیال شریف منایا گیا۔جس میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔علمائے کرام میں حضرت مولانا اللہ دتہ صاحب خطیب جامع مسجد دینہ کپتان عرب حسین، سید فاروق حسین شاہ نے شاہ ہمدان کو خراج عقیدت پیش کیا۔ نعت خواں حضرات نے علامہ اقبال کے جاوید نامہ سے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور نذر عقیدت کو پیش کیا۔آخر میں پیر صاحب میاں شریف نے کہا کہ شاہ ہمدان وہ ہستی ہیں جنہوں نے کشمیر کے خطہ کو اپنی روحانیت کا مرکز بنایا اور پھر آپ نے کابل تک تبلیغ کی۔آپ کی وجہ سے ۳۷ ہزار غیر مسلموں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہوئے۔آج کشمیر میں جو اسلام کی شمع روشن نظر آتی ہے آپ ہی کی بدولت ہے۔آخر میں پیر صاحب نے کہا کہ ان کے سلسلہ تبلیغ اور مشن کو مخلوق خدا تک پہنچایا جائے۔

خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی میں شاہ ہمدان کانفرنس کا انعقاد



[illegible]

پاکستان کا وجود خواجہ اجمیری، داتا گنج بخش اور میر سید علی ہمدانی جیسے اولیائے کرام کے فیض کا مرہون منت ہے۔انہی اولیائے کرام کی عظمت فکر، محنت اور انتھک کوششوں کے نتیجے میں برصغیر میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیلا اور آخر کار پاکستان معرض وجود میں آیا۔ان خیالات کا اظہار پنجاب اسمبلی کے ممبر اختر محمود ایڈوکیٹ نے خانہ فرہنگ ایران راولپنڈی میں شاہ ہمدان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ اولیائے کرام نے ہمارے سامنے ایک ملت واحدہ کا تصور پیش کیا اور آپس میں برادری اور بھائی چارے کا درس دیا اور اس اتحاد و یگانگت کے نتیجے میں پاکستان کا حصول ممکن ہوا۔انہوں نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے وقت دشمن نے ہم

پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے وہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے تھے۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے نائب سفیر آقائے جلال کلانتری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ دور کے پیچیدہ حالات میں سید علی ہمدانی جیسی شخصیات ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں اور ضروری ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں سے روشناس کروائیں۔ انہوں نے کہا کہ شاہ ہمدان ٹوپیاں بنا کر اپنی روزی کمایا کرتے تھے اس کے ساتھ انہوں نے خطہ کشمیر میں تبلیغ و ترویج دین میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آج ہم ان اسلاف کے کردار اور ان کی خدمات کو فراموش کر کے ذلت و رسوائی کے دلدل میں پھنس چکے ہیں اور اس سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان بزرگان کی تعلیمات کو عام کیا جائے تا کہ نئی نسل ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ شاہ ہمدان انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کو قرآن مجید اور سنت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ڈھالا اور یہی وجہ ہے کہ وہ جہاں سے بھی گزرے انہوں نے اس جگہ کو ایسا منور کیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا روحانی پہلو آج بھی کشمیر کی سرزمین پر ان کے وجود کا احساس دلاتا ہے۔ خانہ فرہنگ ایران کے ڈائریکٹر آقائے سید کریم میر خانی نے کہا کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات برصغیر اور ایران کے لئے باعث فخر ہے کہ یہ خطہ ہمیشہ سے اسلامی عرفانی اور الہیٰ افکار کا مرکز رہا ہے اور یہ دو خطے فرہنگی ثقافتی اور مذہبی لحاظ سے یک جان و دو قالب کی مانند ہیں۔ قائد اعظم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر ریاض نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلتے ہوئے آج کشمیر کے عوام ظلم و جبر کے مقابلے میں نبرد آزما ہیں اور تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ ہر لحاظ سے ان کی مدد کریں۔ اس محفل سے مولانا سید حسن محمود ہمدانی، میر عبدالعزیز اور مولانا مظفر حسین نجفی نے بھی خطاب کیا۔

علامہ محمد بشیر صاحب کی صحت یابی

ممتاز عالم دین علامہ محمد بشیر صاحب جن کی گاڑی کو گزشتہ دنوں اسلام آباد ائیر پورٹ کے قریب حادثہ پیش آیا تھا اب اللہ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئے ہیں۔ علامہ صاحب کو چوٹ لگنے سے ان کے عقیدت مند غیر معمولی تشویش میں مبتلا تھے۔ علامہ صاحب نے خبر گیری کے لئے آنے والے تمام عقیدتمندوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔

(ادارہ)

اخوند مہاما کا سانحہ ارتحال

معروف عالم دین اخوند مہاما جن کا تعلق علاقہ چھوربٹ سکسہ سے تھا طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں اپنے آبائی گاؤں سکسہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر تقریباً ستر برس تھی۔ علاقے کی سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیات نے ان کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔

مولانا محمد عباس کا انتقال پر ملال

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ دم سم کے خطیب مولانا محمد عباس طویل علالت کے بعد مورخہ ۸ اپریل ۱۹۹۷ء کو رضائے الہی سے انتقال کر گئے۔ مرحوم کو علاقہ دم سم میں ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اللہ نواز خان پریس سکریٹری

قارئین نوائے صوفیہ سے معذرت

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے اشاعتی نظام میں فنی خرابی پیدا ہونے کے باعث ماہ اپریل کا شمارہ شائع نہیں ہو سکا جس کے لئے ادارہ قارئین نوائے صوفیہ سے معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

مدرسہ اسلامیہ شاہ سید محمد نور بخش کا تیسرا یوم تاسیس

یکم مئی ۱۹۹۷ء کو این وائی ایف دم سم کے زیر اہتمام مدرسہ اسلامیہ شاہ سید محمد نور بخش کے تیسرے یوم تاسیس کے موقع پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے مہمان خصوصی ایڈوائزر شمالی علاقہ جات سید اسد شاہ زیدی تھے۔ جلسے میں مفتی نوربخشیہ سید علی شاہ صاحب پھروا اور محمد اسماعیل صاحب ممبر این اے کونسل نے بھی شرکت کی۔ جلسے میں محمد ابراہیم محمد الیاس اور علی رضا نے اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ شیخ حسن صاحب سلترو اور ممتاز نوجوان عالم دین محسن ہرموی صاحب نے بھی جلسے سے خطاب کیا۔ نیز ٹھیکیدار محمد خان سکردو اور ہیڈ ماسٹر عبد الخالق صاحب نے بھی فضیلت علم کے موضوع پر تقریر کی۔ مہمان خصوصی نے اپنے خطاب میں کہا کہ تمام کلمہ گو مسلمان ہیں اور ہم سب کو اتحاد ملی اور جذبہ حریت سے سرشار ہو کر اتحاد و اتفاق کے لئے کام کرنا چاہئے۔ سید علی شاہ صاحب میر واعظ گلشن کبیر نے علم کو نور قرار دیتے ہوئے کہ علم کے بغیر انسان کسی شعبے میں بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ آخر میں اسلام کی سربلندی، پاکستان کے استحکام اور ملت صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی کے لئے دعا کی گئی۔

ثناء اللہ نواز خان

پریس سکریٹری این وائی ایف دم سم

سکسہ چھوربٹ میں جلسہ

اس سال این وائی ایف سکسہ یونٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ سکسہ میں عید غدیر کے موقع پر ایک تقریب ہوئی جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس تقریب میں مولانا عبد اللہ واعظی نے حضرت علی علیہ السلام کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی جبکہ قصیدہ خوانوں نے مولائے متقیان کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔

محمد ابراہیم خلیل

سکریٹری نشر و اشاعت

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

اس سال عید الاضحیٰ کے موقع پر شگر تروپا میں ہمدانی گروپ کے افراد نے سرگودھا کے آغا منظور حسین ہمدانی کے مزار کا باقاعدہ طواف کیا اس کے نواح میں سعی کی اور قربانی بھی۔ یہ وہ ہنگام تھا جب جملہ اہل اسلام بیت اللہ شریف کے طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے۔ علاوہ ازیں ان لوگوں نے محرم کے ابتدائی عشرے میں آغا منظور حسین ہمدانی کے نام کا نوحہ پڑھتے ہوئے سینہ کوبی بھی کی۔ جب کہ ساری دنیا کے مسلمان انہی ایام میں شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اپنے اپنے انداز میں سوگ منا رہے تھے۔

منجانب اراکین صوفی آباد ویلفیئر

ایسوسی ایشن وزیرپور شگر

چھورکا شگر میں جلسہ

خانقاہ معلیٰ سرفہ چھورکا میں این وائی ایف کے زیر اہتمام ایک اہم جلسہ یوم الغدیر کے سلسلے میں میں منعقد ہوا جس میں پیر نوربخشیہ سید محمد شاہ صاحب اور مفتی نوربخشیہ سید علی شاہ صاحب میر واعظ گلشن کبیر بالترتیب صدر اور مہمان خصوصی تھے جلسے میں دیگر شرکا۔ کے علاوہ سید عبد اللہ وزیرپور، بابر علی خان، سید علی شاہ خشوپی، اخوند غلام مہدی ذوغنی، انجینیئر محمد نذیر، سید خورشید عالم اور بو اسید پامچلو نے خصوصی طور پر شرکت کی اور شاہ سید کی تعلیمات سے حاضرین جلسہ کو آگاہی بخشی۔

سید حسن شاہ الموسوی

سکریٹری نشر و اشاعت

انجمن چراغ الاسلام خشوپی

این وائی ایف براہ پائین یونٹ کے انتخابات

مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۷ء کو نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن براہ پائین کے ایک ہنگامی اجلاس میں نئی کابینہ کا انتخاب کیا گیا۔ عہدیداروں کے نام یہ ہیں۔

عبد الستار۔ عبد الرشید۔ ثناء اللہ۔ موسیٰ علی۔ محمد یوسف۔ محمد ابراہیم۔ انور حسین۔ سجاد حسین۔ محمد سکندر۔ علی محمد۔

انور حسین سکریٹری نشر و اشاعت

مفتی محمد عبداللہ صاحب کی حج بیت اللہ سے واپسی

ضلع گانچھے بلتستان کے نامور عالم دین مفتی محمد عبداللہ صاحب حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دے کر بخیر وعافیت سکردو پہنچے تو ہوائی اڈے پر انجمن صوفیہ نوربخشیہ سکردو کے اراکین اور عمائدین شہر نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور مفتی صاحب کو ایک جلوس کے ہمراہ مدرسہ شاہ ہمدان سٹلائٹ ٹاؤن پہنچایا گیا۔ مفتی صاحب نے استقبال کے لئے آنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں مفتی صاحب جب خپلو پہنچے تو یہاں بھی سیکڑوں لوگ ان کے استقبال کے لئے موجود تھے اور این وائی ایف نے اس موقع پر خصوصی انتظامات کئے تھے۔ جلسہ استقبالیہ سے غلام عباس چوپا نے خطاب کیا اور مفتی صاحب کو حج کی سعادت نصیب ہونے پر مبارک باد دی۔ مفتی صاحب نے یہاں بھی استقبال کے لئے آنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔

م۔ش کوروی
یگو غلام مہدی
صدر این وائی ایف گانچھے

وادی سیاچن کے پہلے مڈل سکول کا افتتاح

وادی سیاچن سلترو کے پہلے مڈل سکول کا جو کئی سالوں سے زیر تکمیل تھا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں سیاچن کے کمانڈر بریگیڈیر فہیم اختر خان صاحب مہمان خصوصی تھے۔ تقریب میں اعلیٰ سول اور فوجی افسروں کے علاوہ علاقے کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع پر بریگیڈیر فہیم اختر خان نے اعلان کیا کہ اس سکول کو افواج پاکستان کے زیر انتظام چلایا جائے گا۔

محمد اسحاق سلترو حیست

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس بلتستان کے نوجوانوں کا تفریحی دورہ

۳ مئی کو تنظیم کے نونہالوں نے روزی علی شیری اور غلام عباس گلزار کے زیر قیادت سرسیک کا تفریحی اور مطالعاتی دورہ کیا۔ اہل کریس نے نونہالوں کو پرتپاک خیر مقدم کیا اور آؤ بھگت کی۔

پریس سکریٹری

لداخ کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے خطوط

(۱)

ازمقام شمشال
۸ اپریل ۱۹۹۷ء

قابل احترام علامہ محمد بشیر صاحب و اراکین ماہنامہ نوائے صوفیہ اسلام آباد

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بڑی مدت کے بعد پہلی بار نوائے صوفیہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی جس کا بیان قلم کاغذ کے وسیلے سے ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ میں جناب ابوالعرفان علامہ محمد بشیر صاحب اور اراکین نوائے صوفیہ نوربخشیہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس دین حق کو بین الاقوامی شہرت بخشی۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ ایک ایسا وسیلہ بن گیا ہے جس کے ذریعے ہم تمام دنیا میں بسنے والے صوفیہ نوربخشیہ کے برادران ایمانی سے روابط قائم کر سکتے ہیں۔ اس سے ہمارے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ آپ ماہنامہ کو ہندوستان کے اہل صوفیہ نوربخشیہ تک پہنچانے کی کوشش جاری رکھیں۔ ۱۹۹۰ء میں ہمیں علامہ بشیر صاحب کی مترجم اردو دعوات صوفیہ اور فقہ الاحوط موصول ہوئی تھیں۔ جسے انجمن صوفیہ نوربخشیہ دراس تھسکام نے چھپوا کر یوپی سے طورتک نوبراہ تک پہنچایا۔ یوں ہماری دیرینہ تمنا پوری ہوئی۔ میرا خط ماہنامہ نوائے صوفیہ میں شائع کریں۔ تمام برادران صوفیہ نوربخشیہ کو تحفہ سلام پیش ہے۔

اکبر علی صبر
انجمن صوفیہ نوربخشیہ
دراس تھسکام کرگل

(۲)

طورتک نیہ لداخ

جناب غلام علی حیدری صاحب جنرل سکریٹری وارا کین
انجمن صوفیہ نوربخشیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ سکردو میں صوفیہ نوربخشیہ کے بہت بڑے علمائے دین اور درسگاہ موجود ہے۔ یہاں ہندوستان میں بھی میں دہلی سے لے کر طورتک تک اہل صوفیہ نوربخشیہ پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہاں نہ مدرسے ہیں اور نہ کتابیں۔ اس لئے ہم مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں کچھ بچوں کو حصول تعلیم کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں اس بارے میں تفصیل کے ساتھ خط لکھیں نیز ہمیں مندرجہ ذیل کتابیں بھی ارسال کریں۔
دعوات صوفیہ۔ فقہ الاحوط۔ نورالمومنین۔ فلاح المومنین۔ قائم الحق وغیرہ۔ ان کتابوں کی قیمت ارسال کروں گا نوائے صوفیہ کی اشاعت پر ہم آپ کے شکر گزار ہیں یہ رسالے صوفیہ بھائیوں اور بہنوں کے لئے اندھیرے میں چراغ کی مانند ہے۔ نوائے صوفیہ کے تمام دستیاب شمارے ارسال کریں۔ ہماری دعا ہے کہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔

محمد علی طالب علم عشورپا
طورتک فرول

(۳)

کرگل لداخ
۵ اپریل ۱۹۹۷ء

معزز قارئین نوائے صوفیہ

بعد از سلام عرض یوں ہے کہ میں ضلع کرگل علاقہ دراس شمشاہ کا رہنے والا ہوں اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارے علاقے میں نوربخشیوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ دراس کے تین گاؤں تو ایسے ہیں جہاں نوربخشی اکثریت میں ہیں جن کے نام تھسگام شمشاہ اور کھربوہ ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے جناب علامہ محمد بشیر فاضل عربی کی مساعی کی بدولت ہم دینی تعلیمات سے روشناس ہوئے اور ہمیں فلاح المومنین، قائم الحق، فقہ الاحوط اور نورالمومنین جیسی کتابوں سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ خدا کے فضل سے اب یہاں مسلک صوفیہ نوربخشیہ روزبروز ترقی کر رہا ہے اور تھسگام میں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ بھی تعمیر ہوئی ہے اور لائبریری بھی کھولی گئی ہے نیز اچانک میری نظر ماہنامہ نوائے صوفیہ پر پڑی تو دل میں ایک نئی امنگ پیدا ہوئی۔ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں نوربخشیوں کی اکثریت دیکھ کر ہمارے دلوں کو سکون ہوا ہے۔ آپ ہماری آواز کو دنیا بھر کے نوربخشیوں تک پہنچائیں اور ماہنامہ نوائے صوفیہ کی ہر ماہ ایک کاپی ارسال کریں۔ نیز کتاب سراج الاسلام اور جامع عباسی بھی ارسال کریں۔

حشمت اللہ راجہ
نیجر شمشاہ دراس کرگل

مسجد شاہ ہمدانؒ امبوڑک کی حالت زار

مسجد شاہ ہمدان امبوڑک شگر وہ تاریخی مسجد ہے جس کی تعمیر شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ امتداد زمانہ کے ہاتھوں شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کی قیمتی یادگار اس مسجد کی حالت بہت خستہ ہو چکی ہے اور اگر اسی طرح اہل ایمان کی بے توجہی کا شکار رہی تو خدانخواستہ اس کے منہدم ہونے کا امکان ہے چنانچہ دردمند حضرات نے اس مسجد کی مرمت کا بیڑا اٹھایا ہے لیکن علاقے کے عوام کے افلاس اور زبوں حالی کی وجہ سے تاحال صرف تیرہ ہزار روپے جمع بمشکل جمع ہو سکے ہیں۔ اس تاریخی یادگار کو عدم سے ہمکنار ہونے سے بچانا شاہ ہمدانؒ کے جملہ ارادتمندوں کا مشترکہ فریضہ ہے اس لئے تمام عقیدتمندوں سے اپیل ہے کہ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اپنا چندہ انجمن فلاح و بہبود مسجد شاہ ہمدان امبوڑک شگر بلتستان کے درج ذیل عہدیداروں تک پہنچائیں۔

صدر انجمن۔ اخوند محمد علی موضع گیاپہ شگر سکردو بلتستان
جنرل سکریٹری۔ ولایت علی موضع کوتھنگ بالا شگر سکردو بلتستان
خزانچی۔ علی موسیٰ۔ موضع امبوڑک شگر سکردو بلتستان

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی آراء سے
متفق ہونا
ضروری نہیں

محمد انور تھلوی

ماہنامہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری اور مستقل خریدار ہوں اور گزشتہ ایک سال سے منگھوپیر کراچی میں نوائے صوفیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ مجھے نوائے صوفیہ کا ہر مہینے کا چندہ فوری طور پر ارسال کرنے کا بھی اعزاز حاصل ہے مگر نوائے صوفیہ کی اشاعت اور ترسیل میں تاخیر کو دور کرنے کے لئے انقلابی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قارئین کا شوق اور جذبہ متاثر نہ ہو۔

احمد علی صابری کوروی
منگھوپیر کراچی

تھگس میں "حق و باطل کا معرکہ" کے نام سے ایک پمفلٹ میں من گھڑت خبر دیکھ کر حیران ہوا جو سستی شہرت حاصل کرنے کی ایک کوشش لگتی ہے۔ اس سلسلے میں حقیقت پر مبنی خبر منسلک ہے شائع کر کے عوام کو آگاہ کریں۔

غلام محمد بن فدا
گر باپا ساکن تھگس

علامہ بشیر صاحب کو پیش آنے والے حادثے کا سن کا بے حد فکر مند ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد صحت یاب کرے۔ ان کی ذات اس ملت کے لئے سرمایہ حیات ہے۔ کویت میں مقیم اہل صوفیہ نوربخشیہ علامہ صاحب کی جلد صحت یابی کے لئے دست بدعا ہیں۔

شیخ محمد جابر
جنرل سکریٹری انجمن
احیائے صوفیہ نوربخشیہ دولت الکویت

نوائے صوفیہ کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب کا پاکستان ٹیلی ویژن پر انٹرویو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

باقی صفحہ نمبر [illegible] پر

پی ٹی وی کی طرف سے نوائے صوفیہ کی عالمگیر تشہیر نیز رسالے کی کارکردگی اور غرض و غایت کے بارے میں تعارف سے سکون ملا میری طرف سے ڈاکٹر صاحب اور ادارہ کے کارکنوں کو مبارک باد پیش ہے۔

م۔ش کوروی
خپلو بلتستان

گزشتہ دنوں نوائے صوفیہ کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر غازی صاحب کا ٹی وی پر انٹرویو دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ طب کی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود علم و ادب اور صحافت سے بھی وابستہ رہنا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ میری دعا ہے کہ ادارے کے قلم کاروں کی تحریر میں مزید روانی پیدا ہو۔

آخوند محمد دین کراچی

چیف ایڈیٹر نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کو اچانک ٹی وی پر دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ یہ ہم سب کے لئے باعث فخر ہے کہ ادارہ کے کارکن الیکٹرانک میڈیا سے بھی علم و ادب اور تصوف کے آفاقی پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا رہے ہیں۔ آگاہ رہے کہ اس پروگرام کو دنیا کے ۴۷ ممالک میں دیکھا جا سکتا ہے یوں اس کی بدولت نوائے صوفیہ اور مسلک پاک صوفیہ نوربخشیہ کی عالمگیر تشہیر ہوئی۔

غلام مہدی تصوفی اسلام آباد

احیائے تصوف کا علمبردار ماہنامہ نوائے صوفیہ کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر غازی کا انٹرویو دیکھ کا دل باغ باغ ہوا۔ اس انٹرویو سے ہم سب دوستوں کو بہت حوصلہ ملا ہے۔ آزاد کشمیر کے دور افتادہ پہاڑی مقام پر ایسا انٹرویو سننے کا موقع ملنا اہل تصوف کے لئے باعث مسرت تھا۔ خدا ادارہ کے تمام کارکنوں کو لگن سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صوفی محمد اشرف آزاد کشمیر



تحفۃ الاحباب

جملہ اہل علم حضرات کے لئے بالعموم اور اہل نوربخشیہ کے لئے بالعموم ہنایت مسرت افزا خبر یہ ہے کہ سلسلہ نوربخشیہ کی مستند تاریخ اور وادی کشمیر کے ایک خاص عہد کی خوبصورت تاریخی دستاویز کا اردو ترجمہ دیدہ زیب چھپائی کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے۔ شائقین تصوف اس گراں قدر کتاب کی اشاعت کے ایک طویل مدت سے منتظر تھے۔ تحفۃ الاحباب اسلام، تصوف اور کشمیریات کا ایک گراں قدر باب ہے جس میں تصوف کے حقائق و معارف اور اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کا ذکر ملتا ہے اور سلسلۃ الذہب کے بزرگوں کے طرز زندگی پر زبردست روشنی پڑتی ہے۔ سید محمد نوربخش، شیخ اسیری لاہیجی اور شیخ محمد الوندی کے عظیم روحانی مراتب اور کرامات کا بیان ہے۔ میر شمس الدین عراقی بت شکن کی تعلیم و تربیت، ولایت و مرتبت کے علاوہ اسلامی خدمات کی وضاحت ہے۔ شاہ قاسم فیض بخش کی ایران اور عراق میں سرگرمیوں کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ تحفۃ الاحباب ایک شیرین تاریخ ہے جس میں ایران کے شیراز، گیلان، ہمدان، سولغان اور عراق کا ذکر، کشمیر کے نیلہ بٹ، پونچھ، کمراج، سری نگر، زڈی بل میں پیش آنے والے واقعات اور پاکستان کے گجرات، گکھڑ، ہزارہ، سکردو اور خپلو کے مقامات کا تذکرہ آیا ہے۔ کتاب ۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت عام شائقین کے لئے ۲۰۰ روپے اور نادار لوگوں کے لئے ۱۵۰ روپے مقرر کی گئی ہے۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہے۔

منگوانے کا پتہ

محمد رضا خوندزادہ

ضلع گانگچھے بلتستان، براستہ سکردو